ماہنامہ حشمت ضیا کا سالانہ شمارہ بنام
"غریب نواز نمبر"
بفیض روحانی
عطائے رسول سلطان الہند خواجۂ
خواجگان حبیب خدا سرکار
خواجہ غریب نواز معین
الحق والدین حسن السنجری اجمیری
رضی المولیٰ عنہ
ماہنامہ
حشمت ضیا
فروری
۲۰۲۲
(Feb - 2022)
سنیت کا کام کریں گے فتاویٰ رضویہ عام کریں گے
مدیر : عبید حشمت علی
تزئین کار : محمد سہیل رضا حشمتی
(عرب شریف)
آر این آر آرٹس گلبرگہ
© Mahnama Hashmat Ziya

ماہنامہ
حشمت ضیا
فروری ۲۰۲۲ء

مدیر

عبید حشمت علی غفرلہ

تزئین کار

محمد سہیل رضا حشمتی غفرلہ القوی

(عرب شریف)

بفیض رُوحانی

عطائے رسول سلطان الہند خواجۂ خواجگان حبیب خدا **سرکار خواجہ غریب نواز معین الحق والدین** حسن السنجری اجمیری رضی المولیٰ عنہ

ثم

شہزادۂ غریب نواز سلطان الاسخیاء **حضرت خواجہ فخر الدین چشتی** رضی المولیٰ عنہ

ثم

امام الطریقت **حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی** رضی المولیٰ عنہ

زیر سایۂ کرم

شہزادۂ مظہر اعلیٰ حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، شیر ہندوستان، **حضرت علامہ مفتی محمد ادریس رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

شہزادۂ مظہر اعلیٰ حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، مفتی اعظم پیلی بھیت **حضرت علامہ مفتی محمد معصوم رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

شہزادۂ مظہر اعلیٰ حضرت، خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند، صاحب کشف و کرامت، جنید زماں **حضرت علامہ مفتی محمد ناصر رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

و

نبیرۂ مظہر اعلیٰ حضرت محقق عصر، رئیس التحریر **حضرت مفتی محمد فاران رضا خان** صاحب حشمتی دامت برکاتہم العالیہ

ہدیۂ تشکر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔

یاغوث اعظم جیلانی شیاللہ۔

سرکار امام المتکلمین علامہ نقی علی خان قادری ومظہر اعلی حضرت شیر بیشۂ اہلسنت رضی المولی عنہم کے فضل وکرم سے دیڑھ یا دو سال قبل سے ایک ایسے ماہنامے کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی جو اکابر اہلسنت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایمان افروز تحاریر کو عام کریں۔ حال دل نبیرۂ مظہر اعلی حضرت صوفی باصفاء حضرت محقق عصر دام ظلہ سے بیان کیا، حضرت نے فرمایا" کوشش کرکے دیکھ لیں"۔ پھر کیا تھا اکابر اولیاء رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خوب کرم فرمایا یہاں تک کہ شہزادۂ مظہر اعلی حضرت صاحب کشف وکرامت حضرت مفتی محمد معصوم رضا خان صاحب اطاع اللہ تعالی عمرہ نے اس کا نام "ماہنامہ حشمت ضیا" تجویز فرمایا حضرت کے اس فعل سے فال نیک ہوا اور ماہنامہ حشمت ضیا کا سلسلہ شروع ہوا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

ماہنامہ حشمت ضیا ان دیار کے ماہنامہ سے بہتر ومنفرد ہے نہ اس لیے کہ میں اس کا خادم ہوں بلکہ اس لیے کہ اس میں ۹۵ فی صد اجلہ اکابر اہلسنت رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایمان افروز باطل سوز تحاریر ہیں اور ہمارے بے مثال اکابر کی بے مثال تحاریر ہی اسے منفرد وبہتر بناتی ہے۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ زیادہ تر وہ مضامین شائع کروں جو ضرورت وقت ہوں۔ اللہ ہمیں ہمارے آقاؤں سے جدا نہ کرے نہ دنیا میں نہ عقبیٰ میں۔ آمین۔

آخر میں انتہائی ادب واحترام وخلوص دل سے شہزادۂ معصوم ملت محقق عصر علامہ مفتی محمد فاران رضا خان صاحب قبلہ حشمتی دامت برکاتہم العالیہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی سرپرستی میں یہ مبارک کام چل رہا ہے، جو ہر ماہ خلوص للہیت کے ساتھ کم از کم ایک صلح کلیت سوز مضمون یا تو تحریر فرماتے ہیں یا کسی بزرگ کی کتاب سے عنایت فرماتے ہیں، جو مضامین پر نظر غائر رکھتے ہیں، ہمیں مقصد حیات۔۔ "کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے" یاد دلاتے رہتے ہیں۔ اللہ اپنے اس مبارک بندے کو اپنا قرب عطا فرمائے اور اس سے راضی ہو۔ آمین۔ اور ان تمام پیران عظام، مفتیان کرام وعلمائے اسلام کا ممنون ہوں جنہوں نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور اپنی دعاؤں سے نوازا۔ پھر ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جو بواسطہ یا بلاواسطہ ماہنامہ حشمت ضیا میں حصہ لیتے ہیں۔ فجزاہ اللہ عنی وعن جمیع المسلمین۔

سگ بارگاہ جنید زماں

عبید حشمت علی حشمتی ناصری عفی عنہ۔

فہرست

۱	محبت رسول اللہ ﷺ		شیخ عبد الحق محدث دہلوی رضی المولیٰ عنہ	7
۲	تفصیل تشبہ		سرکار امام المتکلمین علامہ نقی علی خان قادری رضی المولیٰ عنہ	26
۳	خواجۂ خواجگان معین الحق والدین حسن السنجری اجمیری قدس سرہ		علامہ مفتی غلام سرور لاہوری رحمہ اللہ	30
۴	سب سے اعلیٰ، سب سے اَولیٰ		مجدد اعظم دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی المولیٰ عنہ	40
۵	اہل سنت تجارت کریں		حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان رضی المولیٰ عنہ	47
۶	الیکشن میں ووٹ دینا		مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشۂ سنت رضی المولیٰ عنہ	51
۷	مذہب حنفی کل کا کل حدیث ہی حدیث ہے		حضرت غازیٔ اہل سنت ضیغم ملت حضرت علامہ مفتی محمد محبوب علی خان قادری رضی المولیٰ عنہ	54
۸	حضرت حاتم اصم کے وصایائے مقدسہ (قسط اول)		حضرت اطیب العماء مفتی محمد طیب صاحب قادری رضی المولیٰ عنہ	57
۹	حضور بدر ملت کے چند خطوط		حضور بدر ملت علامہ بدر الدین احمد رضوی رضی المولیٰ عنہ	61
۱۰	مغل شہزادی بارگاہ غریب نواز میں		علامہ ارشد القادری رحمہ اللہ	65
۱۱	فرض اعظم مع فوائد		نبیرۂ مظہر اعلیٰ حضرت شہزادۂ شیر ہندوستان علامہ مفتی محمد عنادل رضا صاحب قبلہ حشمتی دامت برکاتہم	67

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت ودرستگی پر مجلس ادارت کی گہری نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی شرعی غلطی راہ پاجائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں۔ ان شاءاللہ تعالیٰ کسی قریبی شمارے میں تصحیح کردی جائیگی۔

نعت شریف

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا

از— سرکار اعلیٰ حضرت رضی المولیٰ عنہ

ہم خاک ہیں اور خاک ہی ماوا ہے ہمارا
خاکی تو وہ آدم جدِ اعلیٰ ہے ہمارا

اللہ ہمیں خاک کرے اپنی طلب میں
یہ خاک تو سرکار سے تمغا ہے ہمارا

جس خاک پہ رکھتے تھے قدم سید عالم
اس خاک پہ قرباں دلِ شیدا ہے ہمارا

خم ہو گئی پشتِ فلک اس طعنِ زمیں سے
سن ہم پہ مدینہ ہے وہ رتبہ ہے ہمارا

اس نے لقب خاک شہنشاہ سے پایا
جو حیدر کرار کہ مولیٰ ہے ہمارا

اے مدعیو! خاک کو تم خاک نہ سمجھے
اس خاک میں مدفوں شہ بطحا ہے ہمارا

ہے خاک سے تعمیر مزارِ شہ کونین
معمور اسی خاک سے قبلہ ہے ہمارا

ہم خاک اڑائیں گے جو وہ خاک نہ پائی
آباد رضاؔ جس پہ مدینہ ہے ہمارا

محبت رسول اللہ ﷺ

از- شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی المولیٰ عنہ

اللھم صلی علی سیدنا مولانا محمد وعلی آلہ و اصحابہ وسلم.

وجوب محبت اور تمام مخلوق سے محبوب ترماننا :-

جاننا چاہیے کہ محبت اہل ایمان کے دلوں کی زندگی اور ارواح کی غذا ہے اور مقامات رضا اور احوال محبت میں یہ مقام سب سے بلند اور افضل ترین ہے اور جو شخص اور جو وقت بغیر محبت سے گزرتا ہے وہ گویا بے روح رہ جاتا ہے۔ محبت کے معنی اور اس کی حقیقت کے کشف و بیان میں اہل محبت کی تعبیریں مختلف ہیں ۔ درحقیقت اختلاف تعبیرات ، اختلاف احوال پر موقوف ہیں اور اکثر محبت کے نتائج و ثمرات پر مشتمل ہیں نہ کہ اس کی حقیقت پر۔

مواہب لدنیہ میں بعض محققین سے منقول ہے کہ محبت کی حقیقت اہل معرفت کے نزدیک ایک معلوماتی کیفیت ہے جس کی لفظوں میں تعریف و تحدید نہیں کی جاسکتی اور نہ ہر کوئی اسے جان سکتا ہے جب تک کہ بطریق وجدان اس پر وارد و قائم نہ ہو کیونکہ اس کی تعبیر لفظوں سے ممکن نہیں ہے اور جتنی زیادہ وضاحت کی جاتی ہے اتنا ہی وہ خفی ہوتا جاتا ہے لہذا اس کی تعریف و تحدید اس کا وجود ہے۔ انتہی۔ یہ کلام ذوق و محبت اور وجدان میں ہے۔ ورنہ بحسب وضع، اس کے معنی جھکنے اور کسی ایسی چیز کی طرف دل کے مائل ہونے کے ہیں جو اسے مرغوب و موافق ہو اور محبت کے مراتب و درجات آثار و ثمرات اور شواہد و علامات ہوتے ہیں جن کا اشارہ اہل علم کے کلام میں موجود ہے۔

چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ تمام احوال میں محبوب کی موافقت کرنے کا نام محبت ہے اور یہ موافقت ایثار، بخشش اور اس کی اطاعت میں ہے یہ نفسیانی خواہشات اور ارادۂ قلبی کی بنا پر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ محبوب کی خوبیوں میں گم ہونے اور اس کی ذات وصفات میں فنا ہونے کا نام محبت ہے اور یہ احکام، محبت میں فنا ہو جانے میں ہے اور یہ بات اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ خود کو اس میں فنا نہ کر دیا جائے۔ اور اس سے مکمل طور پر محبت نہ ہو جائے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اپنی طرف سے جتنا زیادہ کیا جائے۔ اسے کم تصور کرنا

اور محبوب کی طرف سے کتنا ہی کم ہو اسے بہت جاننے کا نام محبت ہے۔ سچی محبت کرنے والا اگر اپنی ہر اس چیز کو جس پر وہ قدرت رکھتا ہے۔ محبوب پر نچھاور کر دے تو وہ اسے بھی کم سمجھتا ہے اور شرمندہ رہتا ہے اور اگر محبوب کی طرف سے تھوڑی سی چیز بھی میسر آتی ہے تو وہ اسے بہت سمجھتا ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ محبت یہ ہے کہ محبوب پر اپنی ہر چیز کو قربان کر دیا جائے اور اپنے لیے اپنی کوئی چیز باقی نہ رہے اور کہتے ہیں کہ دل سے محبوب کے سوا سب کچھ فنا کر دینے کا نام محبت ہے۔ اور یہی کمال محبت کا اقتضاء ہے تاکہ دل میں غیر کے آنے اور غیر کی محبت رہنے کی جگہ ہی باقی نہ رہے۔ کیونکہ دل محبت کے داخل ہونے اور وہاں اثر انداز ہونے کی جگہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ محبت، محبوب کی اور اس کے دیدار کے شوق میں دل کے سفر کرنے کا نام ہے۔ محبوب کا ذکر ہمیشہ زبان پر رہتا ہے من احب شیئا اکثر ذکرہ جو چیز زیادہ محبوب ہو گی اس کا ذکر زیادہ ہو گا۔

یہ تمام معنی دراصل محبت کے آثار و علامات کے ہیں ورنہ حقیقت میں کسی ایسی چیز کی جانب دل کے میلان کا نام محبت ہے جو اس کے موافق ہو یا اس کے ظاہری حواس کے ذریعہ لذت و ذوق حاصل کرنے کے لیے مرغوب ہو جس طرح خوبصورت تصویروں، اچھی آوازوں، لذیذ کھانوں اور خوشبو دار چیزوں سے محبت رکھنا وغیرہ، اور حواس باطنہ یعنی عقل و دل کے ادراک سے برگزیدہ، معانی باطنہ سے محبت کرنا جیسے صالحین، علماء اور ان چیزوں سے محبت رکھنا جو سیرت جمیلہ اور افعال حسنہ کے ضمن میں مامور و معروف ہیں۔ اس لیے کہ انسانی طبیعت فطرۃً اس قسم کی چیزوں کی طرف میلان و شفقت رکھتی ہے خواہ یہ محبت انعام واحسان کی بناء پر ہی ہو۔ بلاشبہ انسان کی طبیعت میں پیدائشی طور پر یہ بات رکھی گئی ہے کہ جو اس پر احسان کرے وہ اس سے محبت و چاہت رکھے۔ غرض کہ محبت کا سبب حسن یا احسان یہ سب اسباب سید السادات، منبع البرکات علیہ افضل الصلوۃ واکمل التسلیمات میں ثابت و موجود ہیں اور حضور ﷺ ان تمام معانی کے جامع ہیں جو موجب محبت ہیں۔ لیکن حسن و جمال بصورت ظاہر اور افضل و کمال واخلاق سیرت باطن ان سب میں سے کچھ کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اب رہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت پر انعام واحسان فرمانا تو لطف و کرم، رحمت و شفقت، تعلیم کتاب و حکمت، صراط مستقیم کی ہدایت اور نار جحیم سے رستگاری میں سے ہر ایک انعام واحسان، قدر و منزلت میں کتنا اعظم واجل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جتنے احسانات و کرامات تمام مسلمانوں پر ہوئے

ہیں کون ہے جو اس افضال و اکرام میں از روئے منفعت و افادات اعم و اشمل ہے اور اس صاحب فضل عظیم کی جانب سے کتنا بڑا انعام تمام مسلمانوں پر ہے کہ ہدایت کی طرف آپ ان کے وسیلہ و ذریعہ ہیں اور ان کے فلاح و کرامت کے داعی ہیں اور پروردگار عالم کے حضور ان کے شفیع و گواہ ہیں اور موجب بقائے دائم اور نعیم سرمد یوم القرار ہیں تو ثابت ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقۃ بھی مستوجب محبت ہیں۔ اور شرعا و فطرتا بھی، چونکہ یہ انسان کی عادت ہے کہ جو ایک یا دو مرتبہ اس پر احسان کرتا ہے اور کوئی فانی نعمت اسے دیتا ہے تو وہ اس کا گرویدہ ہو جاتا ہے اور اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔ لیکن وہ ذات کریم جو اسے نجات بخشے اور اس سے ہلاکت و نصرت کو دور کرے تو وہ اس سے کیوں نہ محبت کرے گا۔ کیونکہ اس ذات کریم نے ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو ابدی و سرمدی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بلاؤں سے اسے محفوظ فرماتا ہے اور چونکہ انسان کی خصلت ہے کہ وہ حسین و جمیل صورت اور پسندیدہ سیرت کو محبوب رکھتا ہے۔ تو وہ کیوں نہ اس ذات سے محبت کرے جو حسن و جمال کے تمام انواع کا جامع اور فضل و کمال کے تمام اقسام پر حاوی ہے۔ لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محبت کے مستحق و موجب ہیں۔ کیونکہ آپ کے ساتھ ہماری محبت اپنی جانوں اپنے مالوں اور اپنی اولاد اقرباء سے کہیں زیادہ وافر و اکثر ہے اور جو بھی اخلاص کے ساتھ ایمان صحیح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر لایا ہے اس کا وجدان آپ کی محبت سے خالی نہیں ہوا ہے۔ لیکن یہ بات جدا ہے کہ کسی میں محبت کا بہت زیادہ وافر حصہ پایا جاتا ہے اور کسی میں کمتر تو اس کا مدار ترک شہوات اور عدم احتجاب غفلت پر ہے اس سے خدا ہمیں پناہ میں رکھے اور اس میں شک و شبہ نہیں کہ اس معنی میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا حصہ اتم و اکمل ہے اس لیے کہ یہ معرفت کا ثمرہ ہے اور ان کی معرفت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیاں ہے جیسا کہ احادیث و آثار سے منقول و معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے:

> قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﹰاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِیْ سَبِيْلِهٖ

ترجمہ۔ تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس

کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو..... اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لا یومن احدکم حتی اکون احبا الیه من والده و ولده الخ ۔تم میں سے کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں ، ایک روایت میں "من اهله و ماله" آیا ہے اور ایک روایت میں "من نفسه" آیا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی بیوی اس کے مال اور اس کی جان سے میں زیادہ پیارا ہوں۔ یہ محبت کا کامل اتم مرتبہ ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے عرض کیا "یارسول اللہ!" آپ میری ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں مگر اپنی جان سے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی ایمان دار نہیں جس کے نزدیک میں اس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی آپ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ فرمایا ہاں اب عمر رضی اللہ عنہ ! اب مومن و مخلص بنے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینے پر دست اقدس رکھ کر تصرف فرمایا۔اس کے بعد وہ معنی و مفہوم کو پہنچے۔ حضرت سہیل تستری رحمتہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے اپنے تمام احوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت نہ دیکھی اور خود کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملکیت نہ جانا اس نے سنت کی چاشنی نہ چکھی۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں مومن اس وقت تک ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ میں اس کی جان سے زیادہ محبوب نہ ہوں (الحدیث)

اور بعض فرماتے ہیں کہ جب تک کہ اپنی تمام خواہشوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا پر قربان نہ کرو گے اگرچہ تم موت کے منہ میں پڑے ہو تو بھی مومن نہیں ہو سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبت، بجز اعتقاد عظمت کہیں موجود نہیں اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تو پہلے سے ہی قطعی طور پر حاصل تھی۔

صاحب مواہب لدنیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اول مرتبہ میں توقف کرنا اور اپنی جان کا استثناء کرنا اس بناء پر تھا کہ انسان کی اپنی جان سے محبت طبعی ہے اور جہت اختیاری، بتوسط اسباب و موجبات علم، بمنافع و مصالح و فوائد ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مراد لینا اختیاری محبت میں تھا اس لیے کہ طبیعتوں میں تبدیلی اور جہت

میں تغیر کی کوئی راہ نہیں ہے اس بناء پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پہلا جواب بحکم طبع تھا۔ بعد ازاں غور و فکر کر کے اور استدلال سے پہچاننے کے بعد تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نزدیک اپنی جان سے زیادہ محبوب ہونے چاہئیں۔ اس بنا پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تو دنیا و آخرت کی ہلاکتوں سے نجات دلانے کے ذریعہ و سبب ہیں تو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دی جو ان کے اختیار کا تقاضا تھا۔ اسی لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب انہیں یہ حاصل ہوا کہ اے عمر رضی اللہ عنہ! اب تم ایماندار ہوئے۔ مطلب یہ کہ اب تم نے حقیقت حال کو پہچانا اور واجب کے مطابق تم نے جواب دیا۔ انتہی۔

اور اس مسکین (صاحب مدارج النبوۃ) کے نزدیک یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا پہلی مرتبہ کا کہنا تخلیقی حکم سے تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے بعد جو انہیں حاصل ہوا یہاں تک کہ انہوں نے کہا کہ "آپ میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو یہ محبت طبعی تھی اور صاحب مواہب کا یہ قول کہ "طبیعتوں کا تبدل اور جبلتوں کا تغیر ممکن نہیں ہے"۔ یہ کلیہ نہیں ہے بسا اوقات طبائع اور غرائز، ریاضتوں اور مجاہدوں سے تغیر پذیر ہو جاتے ہیں اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت و تصرف سے صحابہ کرام کے نفوس نے تہذیب پائی اور ظلمت کو نورانیت سے بدلا گیا۔ خصوصا وہ مقام جو مستعد و قابل ہے۔ جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نفس تھا یہ ہے وہ جس کی تائید دوسری حدیث میں مذکور ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے استفسار فرمایا کہ کیا حال ہے کیا میرے سوا کسی اور سے محبت رکھتے ہو اے عمر! عرض کیا "ہاں یارسول اللہ! میری محبت، میرے اہل و مال اور اولاد و جان کے درمیان مشترک ہے۔ اس کے بعد حضور نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر رکھا اور فرمایا "اب کیا حال ہے اے عمر رضی اللہ عنہ! عرض کیا" اہل و مال اور اولاد کی محبت تو جاتی رہی۔ بجز محبت نفس کے کہ ہنوز باقی ہے۔" پھر دوسری مرتبہ دست مبارک سینہ پر رکھا۔ سب کی محبت جاتی رہی بجز آپ کی محبت کے یا رسول اللہ" نیز ظاہر یہ ہے کہ محبت اختیاری، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے استدلال سے ہو گی۔ اس کے ظہور کی بناء پر اور ان کا اس سے مطلوب حضور ﷺ سے اس مرتبہ اعلی کی تمنا و طلب ہو گی۔ جو محبت جبلی ہے۔ معلوم ہوا کہ غلبہ محبت اس جگہ تک پہنچتا ہے جہاں تک طبیعت سرایت کرتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

اللھم اجعل حبک احب الی من اھلی و

مالی و نفسی و من الماء البار و الی العطشان۔ اے خدا! اپنی محبت کو مجھ میں اپنے اہل و مال اور اپنی جان سے زیادہ محبوب بنا دے اور پیاسے کو ٹھنڈا پانی جس طرح محبوب ہوتا ہے اس سے محبوب کر دے گا۔“ ظاہر ہوتا ہے کہ اگرچہ محبت نفس میں اختیار کا شائبہ ہے لیکن پیاسے کی ٹھنڈے پانی سے محبت میں اختیار کو بالکل دخل نہیں۔

حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اموال واولاد، ماں باپ اور پیاسے کو ٹھنڈے پانی سے زیادہ محبوب تھے۔

معیت و محبوبیت:

محبت کی سب سے بڑی جزاء اور اس کا ثواب محبوب کے ساتھ معیت کا ثبوت ہے۔ یہ معیت معنوی اور روحانی ہے اگرچہ جسمانی مفارقت وجدائی درمیان میں ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب ہوگی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو نے قیامت کے لیے کتنے اعمال کی تیاری کر رکھی ہے؟ مطلب یہ کہ قیامت کے بارے میں کیوں پوچھتے ہو عمل کروتا کہ روز قیامت تمہارے کام آئے۔ اس نے عرض کیا ”میں نے قیامت کے لیے نماز، روزہ اور صدقہ وغیرہ اعمال کی کثرت تو کی نہیں ہے البتہ میں خدا کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوست رکھتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ انت مع من احببت ۔تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھتا ہے۔“

حضرت صفوان بن قدامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے اپنا دست مبارک دیجئے تاکہ میں آپ کی بیعت کروں۔ حضور نے اپنا دست مبارک مجھے دیا میں نے عرض کیا "یا رسول احبك قال المر مع من احب" یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو محبوب رکھتا ہوں فرمایا آدمی جس سے محبت رکھتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔ ان لفظوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت انس اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے اور امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں کو پکڑ کر فرمایا جو ان

دونوں اور ان دونوں کے ماں باپ کو محبوب رکھتا ہے تو وہ روز قیامت میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گا۔" اس میں انتہائی مبالغہ ہے کہ فرمایا میرے درجے میں ہو گا۔ تا کہ مراد انتہائی قرب و معیت ہے بہ نسبت دوسروں کے۔ کیونکہ اس جگہ مطلق معیت پر اکتفا ہوئی۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا یا رسول اللہ آپ میرے نزدیک اہل و مال اور اولاد جان سے زیادہ محبوب ہیں، جب آپ کی یاد مجھے ستاتی ہے تو صبر نہیں آتا۔ جب تک کہ حاضر ہو کر آپ کے جمال کو نہ دیکھ لوں اور میں جب اپنی موت کو اور آپ کے رحلت فرمائے جانے کو یاد کرتا ہوں اور یہ سوچتا ہوں کہ جب آپ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مقام اعلی و گرامی تر پر فائز کیا جائے گا اور اگر میں جنت میں گیا بھی تو وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کیسے میسر آئے گی۔ اس پر حق تعالی نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین ۞

(جو اللہ اور رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن نبیوں اور صدیقوں پر اللہ نے انعام فرمایا)

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلایا اور یہ آیت سنا کر مژدہ دیا۔ بعض مفسرین اس قصہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہتے ہیں ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سخت محبت تھی۔ جب ان سے صبر نہ ہوا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں آئے کہ ان کا رنگ وروپ اڑا ہوا تھا۔ حالت شکستہ و پراگندہ تھی۔ چہرے سے اندوہ و غم نمایاں تھا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا حلیہ بنا رکھا ہے تمہارا تو رنگ ہی فق ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو مجھے کوئی بیماری ہے اور نہ درد وغیرہ ہے۔ بجز اس کے کہ میں جب جمال جہاں آراء کو نہیں دیکھتا تو متوحش و پریشان ہو جاتا ہوں اور شدید وحشت طاری ہو جاتی ہے اور جب تک میں حاضر ہو کر جمال جہانتاب سے فیض یاب نہیں ہو جاتا۔ اس سے پہلے میں آخرت کے بارے میں سوچ رہا تھا اور ڈر رہا تھا کہ میں وہاں آپ کی کہاں زیارت کر سکوں گا اس لیے آپ کو تو انبیا علیہم السلام کے ساتھ مقام اعلی پر لے جایا جائے گا اور اگر میں جنت میں داخل بھی کیا گیا تو میری جگہ آپ کے درجہ رفیعہ کے مقابلے میں کہیں زیادہ نیچی ہو گی اور اگر داخل نہ ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی نہ دیکھ سکوں گا اس پر

یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور بعض تفسیروں میں علی الاجمال عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شان میں بھی مذکور ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک شخص بیٹھا ہوا جمال مبارک پر نظر جمائے دیکھ رہا تھا وہ ادھر ادھر نظریں اٹھاتا ہی نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یارسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں آپ کے جمال مبارک سے بہرہ مند ہورہا ہوں اور آپ کے دیدار سے لذت ذوق حاصل کر رہا ہوں۔ البتہ مجھے اس کا غم ہے کہ روز قیامت میں حق تعالی مجھے یہ دیدار نصیب فرمائے گا یا نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من احبني كان معی في الجنة۔ جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

آگاہ رہو کہ معیت سے مراد درجہ میں برابری نہیں ہوگی۔ اگرچہ بعض حدیثوں میں کان في درجتی (میرے درجہ میں ہوگا) بھی واقع ہوا ہے تو اس سے مراد جنت میں وہ حیثیت ہے جہاں سے جمال مبارک کا دیدار ہوسکے اور حجابات دور ہوں۔ اگرچہ فاصلے میں دوری ہو اور جب حجاب اٹھ جائے تو دوری ختم ہو جاتی ہے اور مشاہدہ و معیت معنوی سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے اور ارباب محبت کو مشاہدہ ہوگا اور ان کا غم واندوہ فقدان رویت و مشاہدہ ہے اور یہی مطلب معیت کا ہے ورنہ معیت قلبی تو ہمیشہ بغیر مشاہدۂ بصری حاصل ہے جیسا کہ بعض غزاوات میں فرمایا کہ مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو تمہارے ساتھ سفر میں نہیں ہیں اور نہ وہ کسی منزل میں اترے ہیں مگر یہ کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کو عذر و مجبوری نے روک رکھا ہے تو معیت نبوی روح سے ہے نہ کہ قلب و قالب کے محض دیکھنے سے۔ اسی وجہ سے نجاشی بادشاہ حبشہ لوگوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ترین تھے اور عبد اللہ بن ابی راس المنافقین مدینہ ہی میں رہنے کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ابعد خلق تھا۔ باوجودیکہ اس کا گھر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے متصل تھا لیکن محبان و مشتاقان جمال، معیت قلبی کے باوجود صحبت بصری کی بھی تمنا رکھتے تھے تاکہ دل اور آنکھ دونوں محظوظ و بہرہ مند ہوں۔

بندۂ مسکین (صاحب مدارج النبوۃ) نور اللہ قلبہ بنور الیقین کہتا ہے کہ جب مشتاقان جمال مبارک نے

قیامت میں حضور انور کے علو درجہ کی بناپر جو آپ کو وہاں حاصل ہو گا رویت بصری سے محرومی کی شکایت کی تو انہیں اس کی بشارت دی گئی کہ دنیا میں جس طرح فرق مراتب اور تفاوت درجات کہ باوجود قلبی و بصری رویت حاصل ہے اسی طرح اس عالم میں بھی بصر و بصیرت متحد ہوں گے اور میری معیت حاصل ہو گی۔ کیونکہ درمیان میں کوئی حجاب حائل نہ ہو گا (واللہ اعلم)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت رسول ﷺ:

اب بعض وہ باتیں بیان کی جاتی ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے شوق نفا کے ضمن میں سلف و آئمہ سے آثار و اخبار میں مروی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو بعد میں آنے والے ہیں ان میں ہر ایک مجھے محبوب جانے گا کہ کاش مجھے ایک نظر جمال المبارک پر ڈالنے کا موقع ملتا اور اس کے مقابلے میں مجھ سے میرا تمام مال و متاع لے لیا جاتا اور مجھے دیدار حاصل ہو جاتا مطلب یہ کہ وہ اپنا تمام مال قربان کر دیتا اور نثار ہو جاتا۔ یہ دیدار میسر آتا تو کر گزرتے۔ اس مفہوم و مطلب پر بطریق فرض و تقدیر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں آپ کے دیدار کی تمنا مراد ہوتی ہے مگر اس مسکین یعنی صاحب مدارج النبوۃ کے خیال میں آتا ہے کہ مراد آپ کے بعد خواب میں آپ کا دیدار ہو گا جیسا کہ تمام صلحائے امت کو ہوتا ہے یا بیداری میں جیسا کہ عامل ترین اولیائے کرام کو ہوتا ہے۔ نیز بعید از قیاس نہیں ہے کہ کچھ مشتاقان جمال اور طالبان دیدار حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہوں گے کہ اگر تمام مال و متاع خرچ کر کے حاصل ہو جائے یہ اگرچہ خواب میں ہی ہو تو غنیمت جانتے ہوں گے۔

ابن اسحق سے مروی ہے کہ وہ انصاری عورت جس کے باپ، بھائی اور شوہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سب شہید ہو گئے تھے اس عورت نے رسول اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھا کہ کیا حال ہے لوگوں نے کہا بخیریت ہیں۔

اس نے کہا الحمد اللہ میں انہیں کو محبوب رکھتی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہاں تشریف فرماہیں تاکہ جمال مبارک کو دیکھوں۔ جب اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کہنے لگی۔ "كل مصيبة بعدك قليل" مطلب یہ کہ آپ زندہ و سلامت ہیں تو ہر مصیبت آسان ہے۔

اور بعض روایتوں میں اس طرح مروی ہے کہ روز احد جب یہ شور برپا ہوا کہ دشمنان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کشتہ ہو گئے اور بہت سے اصحاب رسول بھی شہید ہو گئے ہیں تو مدینہ کی عورتیں نالہ و فریاد کرتی ہوئی نکل کھڑی ہوئیں۔ ایک انصاری عورت بھی سامنے آئی جس کے باپ، بھائی، شوہر اور بیٹے سب شہید ہو چکے تھے ۔لوگ اس کے بھائی، باپ، شوہر اور بیٹے کی لاشیں سامنے لائے مگر اس عورت نے ان کی طرف کچھ التفات نہ کیا اگر لوگ اس سے کہہ رہے تھے کہ یہ لاشیں تیرے بھائی کی ہے یہ تیرے باپ کی ہے یہ تیرے شوہر کی ہے یہ تیرے بیٹے کی ہے۔ مگر وہ یہی پوچھتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں لوگوں نے کہا آگے ہیں تو وہ بے اختیار ہو کر آگے بڑھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر آپ کا دامن اقدس پکڑ کر کہنے لگی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھے کوئی اندیشہ و فکر نہیں جب کہ آپ سلامت ہیں اب کسی کے مرنے کا غم نہیں۔

جب مکہ والے حضرت زید بن وشنہ رضی اللہ عنہ کو حرم سے شہید کرنے کے لیے نکلے تو اس وقت ابو سفیان بن حرب نے اس سے کہا اے زید! میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ اس وقت تمہاری جگہ (حضرت) محمد ﷺ ہوتے کہ ہم انہیں شہید کرتے اور تم اپنے اہل و عیال میں رہتے اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے خدا کی قسم ہے مجھے حضور سے اس وقت بھی محبت ہے اور میں دل میں چاہتا ہوں کہ اپنی جگہ رہیں اور نہیں چاہتا کہ ان کے دست مبارک میں کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے گھر خوش رہوں۔ ابو سفیان نے کہا میں نے کسی شخص کو ایسی محبت رکھنے والا نہیں دیکھا جتنا کہ اصحاب محمد (ﷺ) حضرت محمد ﷺ سے محبت و وارفتگی رکھتے ہیں۔ "رضوان اللہ علیہم اجمعین"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت ہجرت کر کے بارگاہ رسالت میں آئی اور اس نے عرض کیا خدا کی قسم ہے میں نہ تو اپنے شوہر کی عداوت اور اس کی نفرت سے ہجرت کر کے نکلی ہوں اور نہ ایک زمین سے دوسری زمین کی طرف آئی ہوں۔ بجز اس کے کہ میں خدا اور اس کے رسول سے محبت کرتی ہوں اور جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت آیا تو ان کی بیوی گریہ و زاری کرنے لگیں اور ایک روایت میں ہے کہ غم و افسوس کرنے لگیں۔ اس پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ کتنی خوشی و مسرت کا مقام ہے کہ میں کل صبح اپنے آقا سید عالم ﷺ

اوران کے اصحاب واحباب سے ملاقات کروں گا کسی شاعر نے کیاخوب کہاہے۔

در غربت مرگ بیم تنہائی نیست

یاران عزیزاں طرب بیشتر اند

عبدہ بنت خالد بن معدان سے منقول ہے وہ کہتی ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ جب بھی گھر میں سونے کے لیے لیٹتے تو رسول خدا ﷺ اور ان کے اصحاب، مہاجرین و انصار سے شوق ملاقات کا اظہار کرتے اور ان کا نام لے لے کر یاد کرتے اور کہتے کہ وہ ہماری اصل و نسل ہیں۔ان کی طرف میرا دل کھینچ رہاہے اور ان سے ملاقات کی تمنا طویل ہوگئی ہے اے خدا۔ میری جان جلد قبض فرما پھر وہ روتے اور آہ وزاری کرتے رہتے اور یہی کلمات ان کی زبان پر جاری رہتے یہاں تک کہ نیند غلبہ کرلیتی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عرض کرتے تھے کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ یقیناً ابو طالب کا اسلام میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈک اور روشنی پہنچاتا بہ نسبت ان کے اسلام کے یعنی (ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کے جو کہ میرے والد ہیں) اس لیے کہ ابو طالب کے اسلام میں آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک ہوتی۔

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا تمہارا اسلام لانا مجھے اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمہارا اسلام لانا زیادہ محبوب ہے۔

زید بن اسلم سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک رات مخلوق خدا کی پاسبانی کے لیے نکلے تو دیکھا کہ ایک گھر میں چراغ روشن ہے اور ایک بوڑھی عورت اون بن رہی ہے اور کہتی جاتی ہے۔"علی محمد صلوة الابراله صلی علیه الطیبون الاخیار، قد کنت قوما بکاء بالامحار، یالیت شعري والمنایا الحوار، هل تجمعنی و حبیبی ابدار" اور وہ حضور ﷺ کو یاد کرتی ہے اور آپ کے لقاودیدار کے شوق کا اظہار کرتی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور فرمانے لگے اپنے ان کلمات کو دوبارہ کہو۔ تو اس نے حزن و غم اور اندوہگین آواز میں ان کو پھر دہرادیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار وقطار رونے لگے یہ حکایت طویل ہے۔

مروی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں سند ہو گیا تو کسی نے ان سے کہا جو تمہیں سب سے زیادہ محبوب ہو اسے یاد کرو تا کہ اس آفت سے چھٹکارا ملے تو انھوں نے فریاد کی اور کہا "یا محمداہ" ان کا پاؤں اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔

مروی ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت آئی اور التجا کی کہ میرے لیے قبر انور ﷺ کا دروازہ کھول دیجئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے قبر شریف کا دروازہ کھول دیا وہ قبر انور کو دیکھ کر اتنا روئی کہ جان دے دی اور زید رضی اللہ عنہ عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ صاحب الاذان کے بارے میں ہے کہ وہ اپنے باغ میں کام کر رہے تھے کہ ان کے لڑکے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کی خبر دی وہ روتے ہوئے دعا کرنے لگے کہ اے خدا میری آنکھ کی روشنی لے لے تا کہ میں اپنے محبوب کے بعد کسی کو نہ دیکھ سکوں۔ چنانچہ ان کی بصارت جاتی رہی اس قسم کی دعا بعض دیگر اصحاب کے بارے میں بھی ماثور و منقول ہے۔

علامات محبت رسول ﷺ:۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے کی علامتیں اور نشانیاں بہت ہیں لیکن سب سے اعلی و اعظم علامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع و پیروی اور سنتوں پر عمل، ہدایت پر سلوک اور آپ کی سیرت پر چلنا اور حدود شریعت پر قائم رہنا اور آپ کے احکام ملت سے تجاوز نہ کرنا ہے اللہ تعالی فرماتا ہے۔ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله - (فرمادو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اللہ کی محبت تمہیں حاصل ہو جائے گی) گویا اپنی متابعت کو خدا سے محبت کی علامت و دلیل قرار دیا اور خدا کی محبت اور رسول ﷺ کی محبت دونوں ایک ہی ہیں دونوں لازم ہیں۔ رسالہ قشیری میں ابو سعید حراز سے منقول ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ اپنی محبت میں خدا کی محبت سے باز رہنے میں مجھے معذور تصور فرمایئے۔ مطلب یہ کہ آپ کے ساتھ میری محبت اتنی شدید ہے کہ میں آپ کے بغیر بالکل پرواز نہیں کر سکتا نہ تو آپ کے غیر کی یاد ہے اور نہ آپ کے غیر کے ذکر میں مشغول ہوں لیکن چونکہ حق تعالی کی محبت اصل و مقدم ہے اور آپ نے ایسا فرمایا بھی ہے مگر میں آپ کی محبت کے اقتضاء میں اتنی فرصت ہی نہیں پاتا۔ اور نہ کسی اور کی محبت کی گنجائش ہے جیسا کہ میری محبت کا اقتضاء ہے میں اس کو کما حقہ ادا نہیں کر سکتا تو کسی اور سے کیسے محبت کروں

۔ اگرچہ بظاہر یہ کلمہ بد تمیزی کا ہے اور ان کے منکر کا حال ہے اور جمع و اجمال کے مرتبہ میں ہے کیونکہ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ۔ "یا مبارک من احب اللہ فقد احبنی"۔ اے مبارک! جو خدا سے محبت رکھتا ہے۔ بلاشبہ وہی مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ خدا کی محبت اور میری محبت ایک ہے دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ لیکن بربنائے غلبہ سکر اور حقیقت حال پر اطلاع میں عدم تمیز کی وجہ سے بظاہر نظر بصیرت پر جاتی ہے یہ ہے اشتباہ کا سبب اور بعض کوتاہ بین لوگ ایسے ہیں جو شہود حق کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے جدا اور مغارق تصور کرتے ہیں اور وہ اس کے ہر گوشہ سے واقف نہیں۔ بعض مدعیوں نے اس سے زیادہ کھل کر بات کی ہے۔ اور ممکن ہے کہ اس کلام نے حضرت ابوسعید کو تعجب میں ڈال دیا ہو کہ یہ جو تم کہہ رہے ہو بے معنی اور پراز خطا و نقص ہے اس خیال سے باز آجاؤ۔ ایسی بات زبان پر نہ لاؤ لیکن چونکہ ابوسعید، صادقان راہ، خاصان درگاہ اور محبان آگاہ میں سے ہیں اس لیے ان کو "یا مبارک" کہہ کر خطاب فرمایا گیا اور معذور رکھا اور نرمی و ملائمت سے منع فرمایا۔ اور وہ سختی و شدت جو حقیقت حال سے متوقع تھی نہ فرمائی اسی کی مانند ایک واقعہ حضرت رابعہ بصریہ سے متعلق بھی بیان کیا جاتا ہے (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) اسے بھی اسی طرح جیسا کہ ابھی کہا گیا محمول کیا جائے گا۔ در حقیقت محبت، علت متابعت اور اس کا باعث ہے لہذا متابعت دلیل و علامت محبت ہے اور علماء فرماتے ہیں کہ محبت، مطالعہ نعمت سے ابھرتی ہے اور نعمت پر جتنی اطلاع حاصل ہو گی اتنی ہی قوت سے محبت پیدا ہو گی اور یہ بملاحظہ احسان و بمشاہدۂ حسن و قدر بھی پیدا ہوتی ہے اور متابعت سے حاصل ہوتی ہے اسی لیے محبت بالذات اتفاق و اتحاد کی مقتضی ہے اور جب متابعت، محبت کو ابھارنے والی ہے تو طاعات و عبادات میں کوئی بوجھ اور مشقت معلوم نہیں ہو گی بلکہ غذائے قلب نعیم روح، سرورِ خاطر اور آنکھوں کی ٹھنڈک معلوم ہو گی اور جسمانی لذتوں سے یہ عظیم تو معلوم ہوں گی۔ خصوصاً اس وقت جب کہ رسول کریم ﷺ کی معیت کا تصور بھی شامل ہو جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ "من احیی سنتی فقد احیانی و من احیانی معی فی الجنتہ۔ "جس نے میری سنت کو زندہ کیا بلاشبہ اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا حقیقت میں محبت ایک نور ہے اور معصیت ظلمت و تاریکی اور نور ظلمت و تاریکی کو زائل کرنے والا۔

علماء، فرماتے ہیں کہ متابعت حبیب ﷺ سے بڑھ کر کوئی مقام افضل و اشرف نہیں ہے لیکن واضح رہنا چاہیے کہ انواع محبت میں متابعت بہت قوی و اکمل نوع ہے جو بھی متابعت کی صفت سے متصف ہے وہ کامل المحبت اور عالی مرتبت ہے اور جو بعض امور میں مخالف ہے ناقص المحبت ہے اور مقام و درجہ میں بھی کم ہے لیکن اسم محبت اور اس کی صفات کی اصلیت سے باہر نہیں ہے اس کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص پر شراب پینے کے سلسلے میں حد جاری فرمائی تھی اور اس سے دوسری مرتبہ بھی شراب پینے کا فعل سرزد ہو گیا تھا جس پر لوگوں نے اس پر لعنت و ملامت کی تھی اس پر آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ: "لا تلعنوہ فانہ یحب اللہ و رسولہ" اس پر لعنت نہ بھیجو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔ دراصل یہ شخص بدوؤں میں سے تھا اس کا نام زاہر تھا یہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں ککڑی و سبزی وغیرہ لا کر پیش کیا کرتا تھا اور حضور بھی شہر کی چیزیں مثلاً کپڑا گھی وغیرہ عطا فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے زاہر یہ ہماری دوستی کا نشان ہے کیونکہ ہم شہری ہیں اور بعض کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شراب پینے والے کا نام عبد اللہ تھا اور جس کا خمار اور زاہر لقب تھا وہ دوسرا شخص تھا (واللہ اعلم)

اس ارشاد نبوی ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل محبت اسی میلان اور کشش کا نام ہے اگرچہ متابعت میں کسی قسم کی خطاء و غلطی سرزد ہو جائے نیز یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ مرتکب گناہ کبیرہ کافر نہیں ہے۔ جیسا کہ اہلسنت و جماعت کا مذہب ہے۔ بایں ہمہ واضح رہنا چاہیے کہ اللہ تعالی کی محبت کا دائمی ثبات، عاصی کے دل میں اس امر پر مشروط و مفید ہے کہ وہ اس معصیت سے شرمسار ہو اور اس پر حد شرعی نافذ ہو چکی ہو تو وہ گناہ کا کفارہ بن جاتا ہے اس کے برخلاف کے نہ تو وہ شرمسار ہو اور نہ اس پر حد جاری ہو تو خطرہ ہے کہ تکرار گناہ اور اس پر طبعی طور پر اصرار کہیں اس سے ایمان کو سلب نہ کر لے اور دل پر مہر نہ لگا دے۔ العیاذ باللہ تعالی۔

علامات محبت حضور ﷺ میں سے آپ کے ذکر شریف کی کثرت بھی ہے اس لیے کہ کثرت ذکر، لوازم محبت میں سے ہے۔ "من احب شیئا اکثر ذکرہ" (جس سے زیادہ محبت ہوتی ہے اس کا ذکر کثرت سے ہوتا ہے اور بعض محبت کی تعریف، دائمی ذکر محبوب سے کرتے ہیں اور یہ سعادت خدمت علم دین اور علم سیر کی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہوتی ہے اور اصحاب علم حدیث کو خاص قسم کی نسبت اور حضور ﷺ سے مخصوص لگاؤ ہوتا ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے اس

لیے کہ ان کی زبانوں پر حضور اکرم ﷺ کے احوال و صفات کا ذکر شریف ہمیشہ رہتا ہے اور وہ اسے درد جان بنائے رکھتے ہیں اور حضور ﷺ کی ذات بابرکات کے صفات کی معرفت اور آپ کے احوال تعینی و تشخصی کی شناخت انہیں کو حاصل ہوتی ہے اور ہمیشہ جمال مبارک کی شبیہہ و تصویر ملحوظ نظر اور ان کے نصب العین میں رہتی ہے اور آپ کی خیالی شبیہہ و تصویر، اتصال باطنی میں قوی و متصل ہوتی ہے اور جب آپ کے اسم گرامی کا ذکر ہوتا ہے تو اس کی لذت ان کے دلوں میں سرایت کئے ہوئے ہوتی ہے اور نام والے کی عظمت دل میں مشاہدہ کرتی ہے اور مستحضر ہوتی ہے اور یہ ہمیشہ حاضر درگاہ رہتے ہیں۔ ان حضرات کی اس باب میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشارکت و مشابہت ہے کیوں کہ وہ حضور ﷺ کے احوال، اقوال اور افعال کی خبر رکھتے ہیں اور وہ مصاحبت و مجالست اور مکالمت کے ساتھ مخصوص ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ان کی صحبت معنوی ہے اور یہ صحبت ظاہری و صوری سے دور ہیں اور فوائد عظمی میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی قبر انور کی زیارت کرنے والے اور خطہ پاک کی جہاں یہ قبر انور شریف واقع ہے حاضری دینے والے کو حاصل ہوتا ہے جب وہ اس کے ذکر شریف میں شب و روز گزارتے ہیں جو کہ متخلق باخلاق اللہ ہیں تو اس ارشاد کے مصداق بن جاتے ہیں کہ "فاذکرونی اذکر کم " (تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا) اور ان کو حضور ﷺ بھی یاد فرماتے ہیں اور درود و سلام جو اقرب وسائل ہے اس علم شریف کا جز ہے ایک بزرگ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ تحصیل و خدمت علم حدیث پر سب سے زیادہ ابھارنے والا اور سب سے قوی برانگیختہ کرنے والا، حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد ہے کہ "فاذکرونی اذکر کم" تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

اور علامات محبت رسول میں سے حضور اکرم ﷺ کے ذکر شریف کے وقت آپ کی تعظیم و توقیر بجالانا اور آپ کے اسم مبارک کے سننے پر اظہار خشوع و خضوع اور انکساری کرنا بھی ہے جو جس سے محبت کا دعوی کرتا ہے وہ اس کے سامنے عاجزی کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا حضور ﷺ کے وصال کے بعد یہ حال تھا کہ جب وہ حضور ﷺ کا ذکر کرتے تو رونے لگتے اور خشوع کا اظہار کرتے اور حضور کی غایت تعظیم اور آپ کے ہیبت و جلال سے ان کے جسموں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے یہی حال تابعین اور ان کے بعد والوں کا تھا۔ (رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین)

ابوابراہیم یحییٰ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جب وہ حضور ﷺ کا ذکر کرے یا اس کے سامنے ذکر کیا جائے تو وہ خشوع و خضوع کا اظہار کرکے اور بدن کو ساکن کرکے جنبش تک نہ دے اور خود پر ہیبت طاری کرے گویا کہ اگر وہ حضور ﷺ کے روبرو ہوتا اور اس وقت جیسا ادب فرض تھا وہی ادب ادا کرتا اس وقت بھی ویسا ہی ادب کرے۔ ابوایوب سختیانی کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے حضور اکرم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو اتنا روتے کہ لوگوں کو ان کی حالت پر رحم آجاتا اور جعفر بن محمد باوجودیکہ کثیر المزاح اور ہنس مکھ تھے مگر جب ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر آتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا ۔ اور عبدالرحمن بن القاسم رضی اللہ عنہما کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کا رنگ دگرگوں ہو جاتا اور ان کی کمر دوہری ہو جاتی۔ یہاں تک کہ ہم نشینوں پر دشواری پیدا ہو جاتی۔ ایک مرتبہ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کا یہ کیا حال ہو جاتا ہے؟ فرمایا اگر تم وہ دیکھتے جو میں نے دیکھا ہے تو تم اس کا انکار نہ کرتے بلاشبہ میں نے محمد بن المنکدر رضی اللہ عنہ کو سید القراء تھے دیکھا ہے کہ ہم قریب نہ ہوئے تھے کہ ہم ان سے حدیث رسول ﷺ کے بارے میں پوچھیں کہ ان پر اتنا گریہ طاری ہو گیا کہ ہم ان کی حالت پر رحم کھانے لگے۔ بلاشبہ جب ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ہم ان کے چہرے کی طرف دیکھتے گویا اس سے خون کھینچ لیا گیا ہے اور ہیبت رسول ﷺ میں ان کی زبان ان کے منہ میں ہوتی اور عامر بن عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ جب ان کے سامنے حضور ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو رونے لگتے یہاں تک کہ ان کی آنکھوں میں آنسو تک باقی نہ رہتے اور زہری رحمتہ اللہ علیہ بڑے با اخلاق اور مجلسی زندگی رکھنے والے شخص تھے مگر جب ان کے سامنے نبی کریم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو وہ ایسے ہو جاتے گویا ان کو تم نہ جانتے اور نہ وہ تم کو جانتے ہیں۔ اور صفوان بن سلیم بڑے عابد و زاہد لوگوں میں سے تھے جب ان کے سامنے حضور ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو اتنا روتے کہ لوگ اٹھ کر ان کے پاس سے چلے جاتے اور ان کو اپنی جگہ پر چھوڑ جاتے۔

اور قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ جب وہ حضور ﷺ کا نام نامی سنتے تو ان پر لرزہ طاری ہو جاتا اور رونے لگتے اور عبد الرحمن بن مہدی کا یہ حال تھا کہ جب حدیث پڑھی جاتی تو لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم دیتے اور فرماتے: " لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی "۔ اور فرماتے کہ حضور ﷺ کی حدیث کی قرابت کے وقت خاموش رہنا اسی طرح فرض ہے جس

طرح کہ حضور ﷺ کے کلام فرمانے کے دوران خاموش رہنا اور سننا فرض ہے اور نبی کریم ﷺ کا نام نامی سنتے وقت آپ پر درود بھیجنے کے سلسلے میں مفصل بحث ہے۔

اور علامات محبت رسول اللہ ﷺ میں سے لقائے حبیب میں کثرت شوق بھی ہے اس لیے کہ ہر طالب ومحب، لقائے حبیب کو دوست رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں کہ بعض المحبہ ھی الشوق الی الحبیب محبت کا ایک حصہ یہی شوق ہے حبیب کی لقا کا، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ جب حضور ﷺ کا شوق بے چین کرتا اور سوزش محبت انہیں مضطرب کرتی تو حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا قصد کرتے اور جمال جہاں آراء سے شفاء کے متمنی ہوتے اور حضور ﷺ کی ہم نشینی سے لذت وسرور حاصل کرتے اور آپ پر نظریں جمائے رہتے تھے۔ اشعریوں کی حدیث میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرمانے کے وقت لوگ رجز گا رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ غدا تلقی الاحبۃ محمد او صحبہ اور بعض آثار و احادیث میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت عمار رضی اللہ عنہ، حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور معدن رضی اللہ عنہ وغیرہ کے اقوال بیان ہوئے جو اس بات کے مناسب ہیں۔ علامات محبت رسول ﷺ میں سے ہر اس شخص سے محبت رکھنا بھی ہے جو آپ سے تعلق رکھتا ہے اور وہ اہل بیت میں سے ہو یا صحابہ میں سے، مہاجرین میں سے ہو یا انصار میں سے (رضی اللہ عنہم اجمعین) اور ہر اس شخص سے عداوت رکھنا بھی ہے جو ان سے دشمنی رکھے اور انہیں گالیاں دے گویا کہ جو انہیں دوست رکھے ان کو دوست جانے اور جو انہیں دشمن جانے ان سے دشمنی رکھے۔

حضور اکرم ﷺ نے امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا۔ خداوند جو ان سے محبت رکھتا ہے تو تو بھی اسے دوست رکھ فرمایا جو کوئی ان سے محبت رکھتا ہے بلا شبہ وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے۔ اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے یقیناً وہ خدا سے محبت رکھتا ہے اور جو کوئی ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے دشمنی رکھتا ہے اور اسے خدا دشمن جانتا ہے۔

اور حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا وہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جو چیز انہیں غضب میں لاتی ہے وہ مجھے غضب میں لاتی ہے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا اے عائشہ رضی اللہ عنہا! ان سے محبت رکھو کیوں کہ میں بھی ان سے محبت رکھتا ہوں۔

اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں فرمایا "انہیں نشانہ نہ بناؤ اور جو کوئی ان سے محبت رکھتا ہے وہ مجھ سے محبت رکھنے کی بناء پر ان سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کی بناء پر ان سے دشمنی رکھتا ہے اور جو کوئی انہیں ایذاء دیتا ہے بلاشبہ وہ مجھے ایذاء دیتا ہے اور جو مجھے ایذا پہنچاتا ہے وہ خدا کو ایذا دیتا ہے اور جو خدا کو ایذا دے قریب ہے کہ وہ خدا کی پکڑ اور عذاب میں آئے"۔

اور فرمایا ایمان کی علامت، انصار سے محبت رکھنا ہے اور نفاق کی علامت ان سے دشمنی رکھنا ہے اور فرمایا جو عرب سے محبت رکھتا ہے وہ بلاشبہ مجھ سے محبت رکھنے کی وجہ سے ان سے محبت رکھتا ہے اور جو ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ مجھ سے دشمنی رکھنے کی بناء پر انہیں دشمن رکھتا ہے۔

علامات محبت رسول ﷺ میں سے امت پر مہربانی و شفقت، التزام نصیحت، اقامت مصالح میں کوشش، ایصال منافع سے ضرر و نقصان رساں چیزوں کو دفع کرنا بھی ہے۔ درحقیقت جو کسی سے محبت رکھتا ہے وہ اس کی ہر اس چیز سے محبت رکھتا ہے جس سے وہ محبت رکھے اور یہ سلف کی خصلت و سیرت تھی۔ حتی کہ دعاؤں میں بھی اور اپنی خواہشوں میں بھی چنانچہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضور ﷺ کدو کو پسند فرماتے ہیں تو وہ ہمیشہ کدو سے محبت رکھنے لگے اور حسن بن علی اور عبد اللہ بن عباس اور عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم اور سلمی رضی اللہ عنہا جو حضور ﷺ کی خادمہ تھیں۔ ان کے پاس آتے اور ان سے خواہش ظاہر کرتے کہ وہ کھانا تیار کرو جو رسول اللہ ﷺ کو پسند تھا۔

علامات محبت رسول اللہ ﷺ میں سے علماء، صلحاء اور متبعین سنت کے ساتھ محبت رکھنا اور جاہلوں، فاسقوں اور اہل بدعت سے بغض رکھنا بھی ہے اور ہر وہ شخص جو مخالف شریعت ہو اسے ناگوار جاننا بھی ہے اللہ تعالی فرماتا ہے۔ "لاتجد قوماً یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ و لو کانو اباء ھم" وہ لوگ جو اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتے ہیں ان کے دلوں میں قوم کی محبت نہ پائی جائے گی جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی رکھتے ہیں اگرچہ وہ ان کے باپ ہی کیوں نہ ہوں اور اصحاب نبی رضی اللہ عنہم کی جماعت ہے جنھوں نے اپنے باپ، بیٹیوں، بھائیوں اور دوستوں کو حضور ﷺ کی رضا و خواہش میں مار دیا۔ عبد اللہ بن ابی جو منافقوں کا رئیس سردار تھا اس کے بیٹے عبد اللہ کے مخلصوں میں سے تھے اپنے منافق باپ کے بارے میں حضور ﷺ سے عرض کیا اگر حضور چاہیں تو میں اپنے باپ کا سر اتار کر لے آؤں جب کہ اس منافق نے یہ

کہا تھا کہ : لئن رجعنا الی المدینة لیخرجن الاعز منها الا ذل ۔ اگر ہم مدینہ لوٹے تو ضرور ہم عزت دار، وہاں سے ان کو نکالیں گے (معاذاللہ) اور اس نے اعز یعنی عزت دار سے خود کو مراد لیا تھا۔ اور ''اذل'' سے اصحاب رسول ﷺ کو اور جب یہ مدینہ شریف لوٹے تو اس منافق کا بیٹا یعنی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنی تلوار سونت کر شہر کے دروازے پر آکر کھڑے ہوگئے اور اپنے باپ سے کہا اب تو اپنی زبان سے کہہ کہ ۔انا اذل الناس و اصحاب محمد اعز الناس۔ میں لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل ہوں اور اصحاب رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ عزت دار ہیں ورنہ میں تیری گردن اڑادوں گا اس نے کہا کیا تو سچ کہتا ہے اور یوں ہی کرے گا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں میں تیری گردن اڑادوں گا اس پر اس نے اپنی زبان سے مذکورہ الفاظ ادا کئے اور اس کا اقرار کیا تب انھوں نے اسے چھوڑا اور حویصہ رضی اللہ عنہ اور محیصہ رضی اللہ عنہ دو بھائی تھے ان میں سے چھوٹا بھائی ایمان لے آیا تھا اور حضور اکرم ﷺ نے اس کو اس یہودی کے قتل کرنے پر مقرر فرمایا تھا جو مفسدوں میں سے تھا تو اس کے بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا کیا تم اس آدمی کو مار ڈالو گے جس کی نعمتوں کے آثار ہمارے پیٹ کی چربیوں میں ہیں۔ اس نے کہا کیا ہوا اگر حضور ﷺ فرمائیں کہ میں تجھے مار ڈالوں تو اسی وقت میں تجھے قتل کردوں گا۔ پھر وہ بھائی اپنے گھر آیا اور انصاف سے سوچنے لگا اور کہنے لگا عجیب دین ہے جسے تو نے اختیار کیا ہے اس سے تیری اتنی محبت ہے۔ اس کے بعد وہ بھی مسلمان ہوگیا۔

علامات محبت رسول ﷺ میں سے قرآن کریم سے محبت رکھنا بھی ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ قرآن خدا کی طرف سے لائے وہ مہدی ہادی اور اخلاق وسیرت کو بنانے والی کتاب ہے چنانچہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمایا: "کان خلقه القرآن"۔ حضور ﷺ، کا اخلاق قرآن ہے اس کی تلاوت کرنا، اس پر عمل کرنا، اس کو سمجھنا، اس میں غور وخوض کرنا اور اس کے حدود کو قائم کرنا علامات محبت میں سے ہے۔ حضرت سہیل تستری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا سے محبت کی نشانی قرآن سے محبت رکھنا ہے اور قرآن سے محبت، نبی ﷺ سے محبت کی علامت ہے اور نبی ﷺ سے محبت کرنے کی علامت سنت سے محبت رکھنا ہے اور سنت سے محبت، آخرت سے محبت رکھنا ہے اور آخرت سے محبت دنیا سے بغض رکھنا ہے اور دنیا سے بغض رکھنے کی علامت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ذخیرہ نہ کرے بجز اس توشہ کے جو آخرت میں کام آئے۔

(مدارج النبوة شریف)

☆☆☆☆☆☆

تفصیل تشبہ

از: سرکار امام المتکلمین علامہ نقی علی خان قادری رضی المولیٰ عنہ

مشابہت کفار و مبتدعین کی ممانعت چند امور پر موقوف:

اولاً: نیت وقصد مشابہت؛ لأن الأعمال بالنيات، ولكل امرء ما نوى. وفي "الأشباه: "الأمور بمقاصدها. وفي "الدر المختار" ناقلا عن "البحر": "فإن التشبه بهم لا يكره في كل شيء، بل في المذموم وفيما يقصد به التشبه"

حدیث: (من تشبه بقوم فهو منهم)، اور دیگر احادیث میں جو ممانعت مشابھت میں ہیں جیسے حدیث: (ليس منا من تشبه بغيرنا). اور: (لاتشبهوا باليهود والنصارى) لفظ شبہ وارد، خاصہ باب تفعل کا تکلف کتمرض وتکوف: أي: أظهر نفسه مريضا و كوفيا ولم يكن۔

بیسیوں عبادات اور صدہا معاملات اہل اسلام و کفار مبتدعین باہم تشابہ یا متحد ہیں مگر بدون نیت و قصد مشابہت باتفاق فریقین حرام و مکروہ نہیں ہو جاتے بلکہ کمتر فرائض و واجبات اسلام ایسی مشابہت واتحاد سے پاک نظر آتے ہیں، یہاں روزہ ہے، تو ہنود برت رکھتے ہیں، اور کفار بھی اپنے معبودان باطل کے لئے سجدہ و طواف کرتے ہیں، اور یہ افعال مشرکان عرب میں خدا کے واسطے بھی رائج و معمول تھے، اور اب بھی کفار سجدہ وغیرہ عبادات معبود بحق کے واسطے بجالاتے ہیں، اور یہ عذر کہ حکم مشابہت ماورائے مشروعات کے لئے ہے محض ناتمام کی مشروعات سے اگر مصرحات شرعیہ مراد تو مجتہدات ائمہ دین اور امور مروجۂ عصر صحابہ وتابعین نقض کے لئے کافی اور مادۂ اشکال بدستور باقی، اور جو مطلق افعال کے شرع سے کسی طرح ثابت ہوں مستثنی، تو متنازع فیھا اُمور (جن کی کراہت خواہ ممانعت بدلیل مشابہت ثابت کی جاتی ہے) مشروعات میں داخل، اور حکم مشابہت سے خارج ہیں، اور کلام ان کے ثبوت میں امر آخر ہے۔ کلام اس میں ہے کہ خصم پر جس کے نزدیک وہ افعال مشروعات سے ہیں احتجاج مشابہت کے ساتھ صحیح نہیں، علاوہ ازیں اگر حکم مشابہت قصد و نیت وغیرہ سے مشروط نہ ہو تو اس تقریر پر چند افعال کے سوا سب احکام شرعیہ کا غیر معقول المعنی ہونا لازم آتا ہے، اور ہر زندیق و ملحد کہہ سکتا ہے کہ ''جب مشابہت کفار تمہاری

شریعت میں مطلقاً واجب الاحتراز ہے تو شارع نے ان عبادات و معاملات خصوصاامثال سجدہ وغیرہ کو کس لئے جائز رکھا؟ اور کلام محمد حیات سندھی مدنی رسالہ رد بدعات میں جس سے غایۃ الکلام میں استناد ہے: ''والتشبه بالكفار منهي عنه ، وإن لم يقصد ما فصده "وہ اس مقام سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا؛ کہ قصد ما قصد وہ امر آخر، اور تحری و قصد موافقت افعال میں دوسری بات ہے۔ عجیب تماشا ہے، یہ حضرات مطلق مشابہت بلا قصد موافقت موجب ممانعت و کراہت ٹھہراتے ہیں، اور ان کے آئمہ مذہب اس کا انکار اور قصد و نیت کے اعتبار کا اقرار کرتے ہیں۔ مولائے قوم تنویر العینین میں بجواب اس اعتراض کے کہ رفع یدین میں فرقۂ شیعہ سے تشبیہ ہے لکھتے ہیں: "ترك السنة للتحرز عن التشبه بالفرق الضالة ممنوع – إلى أن قال: مع أنا لا نتحرى تشبه الفرق الضالة ، بل اتفقت الموافقة" اوران کے امام ثانی اربعین میں لکھتے ہیں : "فرستادن جنس غلہ وغیرہ از طرف نانہال مولود اگر بہ نیت صلہ رحم باشد جائز است - إلی أن قال: و اگر ادائے رسمِ جہالت باشد جائز نیست؛ کہ در آن تشبہ برسم ہنود لازم خواھد آمد، و آن درست نیست ، قال علیہ السلام: (من تشبه بقوم فهو منهم)" پس حکم منافقین بر خلاف احادیث واقوال علمائے دین اور اپنے آئمہ طریق کے کب قابل التفات ہے؟

دوم: جس فعل میں مشابہت واقع ہے شعار مذہب ان کا ہو، صرح به العلماء في "شرح الفقه الأكبر لمولانا على القاري رحمه الله: "ممنوعون من التشبيه بالكفرة وأهل البدعة في شعارهم ، لا منهيون عن كل بدعة ، ولو كانت مباحة ، سواء كانت من أفعال أهل السنة أو من أفعال الكفرة وأهل البدعة ، فالمدار على الشعار " غرائب میں زنار وغیرہ علامات کفر کا ارتکاب باعتقاد و بلا اعتقاد ہر طرح کفر ٹھرا کر لکھتے ہیں: "اقتدى بسيرتهم التي لا يكون دنيا عندهم ، وإنما يكون لهوا ؛ فإنه لا يحكم بكفره"

سوم: خصوصیت فعل کی کسی فرقۂ مخالف کے ساتھ اور ممانعت مشابہت کی اس میں خاص اس حالت میں متصور کہ احداث اس فعل کا اس فرقہ سے ثابت ہو ورنہ ہمیں ترک اپنی عادت کا کہ کفار اہل بدعت بہ تقلید و اقتدا ہماری اختیار کرلیں ضرور نہیں۔ جس طرح اب عمامہ وغیرہ ہنود میں مروج ہوگیا مگر تمام ملک کے اہل حق اسے بالکل ترک کر دیں یہاں تک کہ اب جو کرے وہ بوجہ اس فعل کے فرقۂ مخالف میں خیال کیا جائے اسی طرح جو فعل کسی ملک میں

فرقۂ مخالف کے سوا اپنے اہلِ مذہب میں اصلا نہ پایا جائے خصوصا جب عامہ اہل ملت اس پر تشنیع و ملامت کریں، اور اجنبی لوگ مرتکب کو خواہ مخواہ فرقۂ مخالف سے خیال کریں، جیسے جاکٹ پتلون وغیرہ کہ ان ملکوں میں انگریزوں ہی میں مروج ہے، اور ملک روم میں مسلمانان ترک بھی پہنتے ہیں، اس لباس کا ملک ہند میں پہننا بے جا اور ملک روم میں جائز و رواہے۔

چہارم: اگر عادت کفار و مبتدعین کی بدل جائے، اور اب ان میں عادت و رواج نہ رہے، یا رواج عام ہونے سے خصوصیت ان کے ساتھ باقی نہ رہے، یہاں تک کہ شعار ان کا نہ سمجھا جائے تو حکم بھی نہ رہے گا۔

قسطلانی مسئلۂ طیلساں میں لکھتے ہیں: "أما ما ذكره ابن القيم من فصة اليهود . فقال الحافظ ابن حجر: إنما يصح الاستدلال به في الوقت الذي تكون الطيالسة من شعارهم، وقد ارتفع ذلك في هذه الأزمنة فصار داخلا في عموم المباح، وقد ذكره ابن عبد السلام - رحمه الله - في أمثلة البدعة المباحة"

حاصل یہ کہ حکم مشابہت اس حالت میں صحیح ہوگا جب فعل فرقۂ مخالف کا ایجاد اور اب بھی ان میں رائج و معمول ہو، اور اس کے ساتھ وہ فعل شعار و علامات کفر سے ہو، اور فاعل موافقت کفار کی ان کے شعار میں قصد کرے، اور ارتکاب غیر شعار کا (کہ کفار خواہ مبتدعین نے ایجاد کیا اور اب خاص انہیں میں رائج و معمول ہے) بقصد موافقت مخالفان مذہب گو اس فرقہ میں داخل نہ کرے مگر معصیت و گناہ اور بدون اس قصد کے بھی بے جا ہے مگر اس جگہ ایک امر کا بیان ضرور ہے کہ شرعاً بعض امور خارجیہ کے اختلاف سے حکم مشابہت نہیں رہتا، تو اختلاف امور داخلہ سے بالاولیٰ نہ رہے گا، ابتدائے کار میں حضور سید ابرار (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مشابہت اہل کتاب سے احتراز نہ فرماتے، آخر الامر اس سے منع کیا، اور روز عاشورہ کی نسبت (کہ ملت اسلام میں یہود سے اخذ کیا گیا) فرمایا کہ (سال آئندہ زندہ رہوں گا تو نویں کا روزہ اس کے ساتھ رکھوں گا) باوجود بقائے فعل کے صرف نویں کا روزہ ملانے سے مشابہت باقی نہ رہی، اور اس قدر تغیر و اختلاف کافی ٹھہرا تو مطلق مشابہت ولو ببعض الوجوه خواہ اتحاد اسم سے (اگرچہ اتفاقی ہو، اور فاعل ہزار طرح مشابہت کفر اور مبتدعین سے تبرا کرے) حکم کراہت و حرمت بلکہ کفر و شرک کا کر دینا حقیقت مشابہت سے غفلت، اور بلا وجہ مسلمانوں کو ایذا پہنچانا اور خواہ مخواہ برا ٹھہرانا ہے۔ اور نیز اس مقام سے ثابت ہوا کہ مطلق مطابقت مشابہت کے لئے کافی نہیں، اور مطابقت مجموع وجوہ میں غیر مقصود اور امور

متنازع میں غیر متحقق توجب تک مستدلین مطابقت کی تحدید و تعیین ادلۂ شرعیہ خواہ اقوال علمائے شریعت سے (کہ فہم شرعیات میں ان کی رائے معتبر اور خصم کو مسلم ہے) ثابت نہ کردیں، استدلال احادیث مشابہت سے برخلاف اقوال علما اور ان کے قاعدہ کے (کہ سابق مذکور ہوئے) خلاف قاعدۂ مناظرہ ہے۔

(اصول الرشاد شریف)

☆☆☆☆☆☆

خواجۂ خواجگان معین الحق والدین حسن السنجری اجمیری قدس سرہ

از- علامہ مفتی غلام سرور لاہوری رحمہ اللہ

آپ مشائخ چشت کے اعلی مشائخ اور اولیاء میں مانے جاتے ہیں۔ ریاضت اور کرامت میں شہرۂ آفاق ہوئے اور ولایت کے اوصاف میں موصوف تھے عظیم الشان اور رفیع المقام تھے صحیح النسب سادات میں سے تھے۔ آپ کو حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہ سے خرقہ خلافت ملا تھا۔ اور سلسلۂ چشتیہ کو برصغیر پاک وہند میں امام الطریقت کی حیثیت سے رائج کیا۔ آپ کی تشریف آوری سے اس ملک میں اسلام کی اشاعت ہوئی یہی وجہ ہے کہ آپ کو بعض مفکرین اسلام نے ہندالنبی اور ہندالولی کے خطابات سے یاد کیا تذکروں میں لکھاہے کہ آپ ہمیشہ عشاء کے وضو سے فجر کی نمازادا کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ساٹھ سال تک یہی معمول رہا۔ آپ کی جس پر نگاہ لطف پڑتی خدا رسیدہ بنا دیتی تھی، سات دن بعد خشک روٹی کو پانی میں بھگو کر افطار فرمایا کرتے تھے۔ اور اپنا لباس وبرنجی شدہ پہنا کرتے تھے اگر پھٹ جاتا تو پیوند لگالیتے تھے۔ آپ کا اصلی وطن سجستان تھا اور آپ کا سلسلہ نسب پدری یوں ہے خواجہ معین الدین بن غیاث الدین بن سید کمال الدین بن سید احمد حسین بن سید طاہر بن سید عبدالعزیز بن سید ابراہیم بن امام علی رضا بن موسی کاظم ۔ بن امام جعفر بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن سیدالکونین امام حسین بن علی المرتضی رضی اللہ عنہم اجمعین -آپ کے والد گرامی سید غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ عراق میں فوت ہوئے تھے۔ اوران کا مزار وہاں ہی ہے۔ آپ کی والدہ کا اسم گرامی خاص الملکہ تھا۔ جو اصفہان کی رہنے والی تھیں مگر آپ نے خراسان میں پرورش پائی جب آپ کی عمر گیارہ سال کی ہوئی تو آپ کے والد کا انتقال ہو گیا۔ سید غیاث الدین قدس سرہ کے تین بیٹے تھے۔ تینوں کو والد کا ورثہ ملا تھا حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہ کو ورثہ میں ایک وسیع باغ ملا تھا۔ آپ باغ میں تشریف فرما تھے کہ آپ کے پاس قلندر ابراہیم نامی مجذوب آپہنچا حضرت خواجہ نے ان کی بڑی تعظیم کی اور اٹھ کر ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور ایک درخت کے سایہ میں بٹھایا انگور کا ایک خوشہ پیش کیا قلندر نے انگور کی طرف تو رغبت نہیں کی۔ مگر اس نے اپنے تھیلے سے تھوڑا کنجارہ نکال کر اپنے ہاتھ پر رکھا اور دانتوں سے چبا کر حضرت خواجہ کے منہ میں رکھا حضرت خواجہ نے اسے چکھا ہی تھا۔ کہ آپ کے دل میں انوار الٰہیہ اترنے لگے اور دنیا کی خواہشات دل سے ختم ہونے لگیں

تھوڑے دنوں میں باغ کو بیچا اور رقم غریبوں میں تقسیم کر دی اور طلب خداوندی کے لئے اپنے شہر کو چھوڑ کر سفر کو روانہ ہوئے اور سمرقند جا پہنچے۔ وہاں قرآن پاک حفظ کیا۔ ظاہری علوم حاصل کئے۔ فراغت علوم کے لئے عراق کو روانہ ہوئے اور قصبہ ہارون میں جا پہنچے۔ یہ قصبہ نیشاپور کے قریب تھا۔ ان دنوں وہاں خواجہ عثمان قدس سرہ روحانی تربیت میں مشغول تھے آپ مرید ہوئے۔ اور کئی سال تک آپ کی خدمت میں رہے۔ اور خدمت روحانی سرانجام دیتے رہے۔ باطنی امور کی تکمیل کے بعد خرقہ خلافت حاصل کیا اور پھر بغداد کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں قصبۂ سنجان آتا ہے۔ ان دنوں وہاں حضرت شیخ نجم الدین کبری قدس سرہ تشریف فرما تھے۔ ان کی صحبت سے فیض یاب ہو کر کوہ جودی جہاں حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی لنگر انداز ہوئی تھی پر گئے۔ کوہ جودی سے بغداد جاتے ہوئے جیلان کا قصبہ آتا ہے۔ ان دنوں جیلان میں حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی المولیٰ عنہ جلوہ فرما تھے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کچھ دن حضرت غوث الاعظم کی مجالس میں رہے۔ پھر آپ کے ہم رکاب بغداد پہنچے۔ ان دنوں بغداد میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے پیرومرشد شیخ ضیاءالدین قدس سرہ موجود تھے۔ حضرت خواجہ نے ان کی مجالس میں کچھ وقت گزارا۔ اسی مقام پر شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے ملاقات ہوئی اسی سفر میں حضرت خواجہ محبوب سبحانی خواجہ اوحدالدین کرمانی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ملاقات ہوا۔ پھر خرقۂ خلافت بھی ملا۔ وہاں سے رخصت ہو کر ہمدان آئے۔

ہمدان میں حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی قدس سرہ سے استفادہ کیا۔ ہمدان سے نکل کر آپ نے تبریز کا رخ کیا۔ تبریز میں ان دنوں حضرت ابو سعید تبریزی رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ جلال الدین تبریزی کے پیر و مرشد تھے جلوہ فرما تھے۔ حضرت خواجہ نے ان کی صحبت سے فائدہ حاصل کیا۔ وہاں سے اصفہان پہنچے کچھ عرصہ حضرت محمود اصفہانی قدس سرہ کی صحبت سے استفادہ کرتے رہے۔ اس روحانی سفر اور نورانی بزرگوں کی ملاقات کے بعد آپ کو ہندوستان کی طرف جانے کا خیال آیا۔ راستہ میں آپ کی ملاقات خواجہ ابوسعید مہندی رحمۃ اللہ علیہ سے ہوئی۔ وہاں سے استر آباد آکر حضرت خواجہ ناصرالدین استر آبادی کی مجالس میں قیام فرماتے رہے۔

خواجہ ناصرالدین اپنے وقت کے عظیم القدر شیخ اور کامل الولایت بزرگ تھے۔ آپ خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے۔ ان دنوں آپ کی عمر ایک سو ستائیس سال ہو چکی تھی یہ وہ بزرگ تھے۔ جن کی صحبت میں حضرت ابوسعید ابوالخیر اور شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ

علیہا جیسے نامدار بزرگ بھی استفادہ کرتے رہے تھے وہاں سے چل کر غزنین میں تشریف لائے۔ وہاں شیخ العارفین شیخ عبدالواحد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس سے استفادہ کیا۔ شیخ عبدالواحد غزنوی پیر شیخ نظام الدین ابوالموید کی صحبت سے مستفیض ہوئے تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین ان سفروں میں مختلف اولیاء وقت سے استفادہ کرتے رہے۔ان ممالک کے اولیائے کبار کی مجالس سے مستفیض ہونے کے بعد آپ نے ہندوستان کا رخ کیا۔ حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکر اجودھنی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ جن دنوں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اصفہان میں تشریف لائے۔ تو خواجہ محمود اصفہانی کو ملے۔ انہی دنوں قطب الاقطاب بختیار اوشی رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے ہوئے تھے۔ حضرت قطب الاقطاب کی خواہش تھی کہ خواجہ محمود اصفہانی سے بیعت ہو مگر جب خواجہ معین الدین کو دیکھا۔ تو بیعت کے لئے استدعا کی اور مرید بن گئے۔وہاں سے دونوں بزرگ ہرات پہنچے۔ ہرات میں ان دنوں یادگار نامی حاکم حکومت کر رہا تھا۔ وہ اعتقادی طور پر امامیہ شیعہ تھا۔ وہ نہایت اہتمام کے ساتھ صحابۂ رسول کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ وہ یہاں تک سخت شیعہ تھا کہ اس کی رعایا میں اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کا نام ابو بکر یا عثمان یا عمر رکھ لیتا تو وہ اسے قتل کر دیتا تھا۔ حضرت خواجہ وہاں پہنچے تو اتفاق سے محمد یادگار کے خاص باغ میں قیام پذیر ہوئے۔ اندر ایک حوض تھا۔ آپ اس حوض کے کنارے رہنے لگے۔ ایک دن محمد یادگار اپنی سیر کو آیا تھا حضرت خواجہ کو حوض کے کنارے دیکھ کر غضب ناک ہو گیا۔ ابھی وہ آپ کو وہاں سے نکالنا ہی چاہتا تھا کہ حضرت خواجہ کی نگاہ اس کے چہرے پر پڑیں تو وہ فوراً ہی آپ کے پاؤں پہ آ گرا اور بے ہوش ہو کر تڑپنے لگا حضرت خواجہ نے اسے اس حالت میں دیکھا تو حوض سے پانی لے کر اس کے چہرے پر چھینٹیں ماریں تو وہ ہوش میں آ گیا۔ حضرت خواجہ کی نگاہ اور پانی کی چھینٹوں کا یہ اثر ہوا کہ اس کے دل سے صحابہ کرام کے بغض دھل گئے۔ اور مذہب شیعہ کے عقیدے سے تائب ہو گیا اور اپنے دربار کے امراء اور اراکین کو لے کر حضرت خواجہ کا مرید بن گیا۔ اپنا تمام مال اور خزانہ حضرت خواجہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا یہ سارا مال تمہارا ہے۔ بلکہ ان لوگوں کا ہے جن سے تم نے ظلم و ستم کر کے چھینا ہے۔ بہتر یہی ہے یہ سارا مال ان کو واپس کر دیا جائے۔ اپنے ملک غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کر دو تاکہ تمہیں خداشناسی کا موقعہ ملے وہ کچھ دنوں حضرت خواجہ کے زیر تربیت رہا اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ نے اسے ہرات کی ظاہری اور باطنی خلافت پر مامور فرما دیا۔ ہرات سے چل کر حضرت خواجہ بلخ پہنچے۔ چند دن شیخ احمد خضرویہ کے پاس ٹھہرے وہاں ایک

ضیاءالدین نامی حکیم تھا جو بڑا ہی مغرور اور حکمت میں مشہور تھا۔ وہ اولیا اللہ اور درویشوں کا منکر تھا۔ ایک دن حضرت خواجہ دامن کوہ کی ایک وادی میں جا پہنچے۔ اور ایک کلنک کو اپنے تیر کا نشانہ بنا کر آگ میں کباب بنا رہے تھے کہ حکیم ضیاءالدین بھی اتفاقاً ادھر آنکلا وہ حضرت خواجہ کے پاس بیٹھ گیا حضرت خواجہ نے بھنے ہوئے گوشت کا ایک ٹکڑا حکیم کو بھی دیا۔ وہ کھاتے ہی زمین پر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد نہایت اخلاص کے ساتھ مرید ہو گیا اور حکمت کی ساری کتابیں دریا میں پھینک دیں۔ بلخ سے دوبار غزنین آئے ۔ ہم اس سے پہلے شمس العارفین کی شہرت کا ذکر کر چکے ہیں، آپ وہاں سے چلے تو لاہور پہنچے۔ لاہور میں دس ماہ تک مخدوم علی ہجویری لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر انوار پر اعتکاف فرمایا۔ آپ کے مزار سے آپ نے بے پناہ باطنی فوائد حاصل کئے۔

لاہور سے روانہ ہو کر دہلی پہنچے۔ کچھ دن وہی قیام فرما کر دسویں محرم پانچسو اکسٹھ ہجری کو دارالخیر اجمیر شریف میں رونق افروز ہوئے ۔ اجمیر شریف میں سب سے پہلے جس شخص نے شرفِ ارادت حاصل کیا وہ میر سید حسین خنگ سوار تھے آپ پہلے شیعہ مذہب رکھتے تھے لیکن بعد میں تائب ہو کر آپ کے مرید ہو گئے اور اعلی مراتب پر پہنچے۔ میر سید حسین کے مرید ہونے کے بعد ہزاروں چھوٹے بڑے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مرید ہونے لگے ۔ ان میں سے اکثر لوگ غیر مسلم تھے جو اسلام سے مشرف ہو کر حضور کے مرید بنے حقیقت یہ ہے کہ سرزمین ہندوستان میں اسلام کی شمع اسی خاندان عالی شان کے طفیل روشن ہوئی ۔ اجمیر شریف میں ایک شخص حضرت خواجہ معین الدین کی خدمت میں رہتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ اس علاقے کے نظام حاکم نے میرے بیٹے کو بغیر کسی گناہ اور جرم کے قتل کر دیا ہے میں آپ سے امداد کا خواستگار ہوں اور انصاف کا امیدوار ہوں حضرت خواجہ نے جب یہ بات سنی تو اپنی جگہ سے اٹھے مقتول کی لاش کے پاس پہنچے اور فرمایا کہ اے نوجوان اگر ظالم حاکم نے تجھے ناحق قتل کر دیا ہے تو اللہ کے حکم سے زندہ ہو جاؤ مقتول نے اسی وقت حرکت کی اور زندہ ہو کر اٹھ بیٹھا۔ حضرت خواجہ معین الدین پہلی بار اجمیر شریف پہنچے تو شہر کے باہر ایک ایسے درخت کے نیچے قیام فرما ہوئے جہاں اجمیر کے راجے کے اونٹ بیٹھا کرتے تھے ۔ رات کو اجمیر کے راجہ کے اونٹ آئے۔ سار بانوں نے حضرت خواجہ کو بتایا کہ یہ جگہ راجہ کے سرکاری اونٹوں کے لئے مقرر ہے ۔ آپ کہیں اور تشریف لے جائیں۔ آپ نے فرمایا ہم تو چلے جاتے ہیں تم لوگ اونٹوں کو بیٹھا لو۔ آپ وہاں سے اٹھ کر اناسا گر کے حوض کے کنارے جا بیٹھے۔ اس حوض کے ارد گرد کئی بت

خانے بنائے گئے تھے۔ رات گزر گئی صبح ساربانوں نے کوشش کی کہ اونٹوں کو اٹھائیں مگر کوئی اونٹ اٹھنے کا نام نہ لیتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کے سینے زمین کے ساتھ پیوست ہو چکے تھے۔ ساربانوں نے جان لیا کہ یہ اس فقیر کی بددعا کا نتیجہ ہے جسے ہم نے اٹھادیا ہے وہ تمام حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور سارا واقعہ سنایا آپ نے فرمایا کہ جاؤ اب اللہ تعالیٰ نے اونٹوں کو اٹھنے کا حکم دے دیا ہے۔ ساربان جب واپس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ سارے اونٹ اپنی جگہ پر کھڑے تھے۔ یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی۔ اسلام کے دشمن جمع ہوئے اور اجمیر کے راجہ کے پاس شکایت کی اور کہا۔ یہ ایک بیگانہ آدمی ہمارے بت خانے کے پاس سکونت بنائے بیٹھا ہے۔ چونکہ اس کا مذہب غیر مذہب ہے ہم وہاں نہیں جا سکتے اس کو وہاں سے جانے کا حکم صادر فرمائیں۔ اجمیر کے راجہ نے اپنے سپاہیوں حکم دیا کہ اس فقیر کو تالاب کے کنارے سے اٹھا کر ملک سے باہر کر دیا جائے۔ راجہ کے سپاہی خاصی تعداد میں پہنچے حضرت خواجہ کے ساتھ جھگڑا شروع کر دیا۔ حضرت خواجہ نے مٹی کی مٹھی اٹھائی اور آیت الکرسی پڑھ کر ان کی طرف پھینکی ان لوگوں کے جسم خشک ہو گئے۔ اور جہاں جہاں وہ تھے وہاں ہی پتھر بن گئے جو دور تھے وہ دیکھ کر بھاگ گئے دوسرے دن اجمیر کے ہندو اپنے بت خانے کی پوجا کے لئے تالاب کے کنارے پر پہنچے۔ ان کا مہنت رام دیو بڑی تعداد لے کر وہاں پہنچا اور حضرت خواجہ کی طرف آگے بڑھا۔ یونہی وہ نزدیک آیا کانپنے لگا۔ اس کے دل میں اتنی دہشت پھیلی کہ وہ اپنی زبان سے کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے آپ کا مرید ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں جو لکڑی یا پتھر آیا اسے اٹھا کر ہندوؤں کی طرف پھینکا اور انہیں پریشان کر کے بھگا دیا حضرت خواجہ نے رام دیو کی یہ خدمت دیکھی تو پانی کا ایک پیالہ بھر کر اُسے پینے کو کہا پانی پیتے ہی اس کے دل کا شیشہ صاف ہو گیا اور اس کا چہرہ چمکنے لگا اور صدق دل سے آپ کا مرید بن گیا حضرت خواجہ نے اس کا نام شادی دیو رکھا اور اپنی تربیت میں لے لیا۔ شادی دیو ہندی زبان میں مسرت بخش کو کہتے ہیں۔اس کرامت کے واقعہ ہونے کے بعد اجمیر کے لوگوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ یہ شخص بہت بڑا جادوگر ہے اور اس کے مقابلے میں کسی بڑے جادوگر کو بلانا چاہئے راجہ اجمیر نے جوگی جے پال کو جو جادوگری کے فن میں سارے ہندوستان میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا بلایا۔ اور حکم دیا کہ اپنے جادو کے زور سے اس شخص کو شکست دی جائے۔

جے پال ایک ہزار پانچ سو جادوگروں کو لے کر اجمیر پہنچا۔ اور راجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ اب ہم اس سے مقابلہ کریں گے۔ جے پال کی قیادت میں اتنے جادوگر حضرت خواجہ معین الدین کے پاس پہنچے آپ اٹھے۔ تازہ

وضو کیا اپنی لاٹھی کے ساتھ اپنے تمام ساتھیوں کے ارد گرد ایک لکھیر کھینچی اور اعلان کیا کہ انشاءاللہ اس لکیر کے اندر ہمارے کسی دشمن کو آنے کی جرات نہ ہو گی۔ چنانچہ جونہی کسی نے اس لکیر کے آگے بڑھنے کی جرات کی وہ منہ کے بل گر پڑا۔ ناچار وہ لوگ واپس ہو گئے اور اناساگر کے حوض کے کنارے پر بیٹھ گئے ان کی اس حرکت کا مطلب یہ تھا کہ حضرت خواجہ کا کوئی ساتھی حوض سے پانی نہ لے سکے۔ چنانچہ پانی کو بند کر دیا گیا۔ حضرت خواجہ نے شادی دیو نوسلم کو حکم دیا کہ وہ آگے جا کر کسی طرح حوض کے پانی سے ایک پیالہ بھر لائے۔ وہ اٹھے اور حوض کے پانی سے ایک پیالہ بھرلایا۔ اس پانی کے پیالے میں سارے حوض کا پانی سمٹ گیا اور حوض خالی ہو گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس حوض میں کبھی پانی تھا ہی نہیں حضرت خواجہ کے تمام مرید اسی پیالے سے پانی پیتے وضو کرتے لیکن پانی کم نہ ہوتا، دوسری طرف حوض کو پانی سے خالی پا کر تمام جادوگر تنگ آگئے۔ بعض تو پیاس کی وجہ سے ہلکان ہو گئے۔ جے پال خود اٹھا اور اس لکیر کے کنارے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہنے لگا۔ کہ اللہ کی مخلوق پیاس سے مر رہی ہے تم اپنے آپ کو فقیر کہتے ہو۔ فقیر تو رحم دل اور سخی ہوتا ہے۔ اب دادرسی کا تقاضا ہے کہ بندوں کے لئے پانی کھول دیا جائے۔ حضرت خواجہ نے جے پال کی یہ بات سنی اور شادی دیو کو حکم

دیا کہ یہ پانی کا پیالہ تالاب میں انڈیل دیا جائے جونہی پیالہ تالاب میں ڈالا زمین میں جوش آیا اور تالاب لبالب بھر گیا۔ اب جادوگروں نے اکٹھے ہو کر جادوگری کا آغاز کر دیا۔ خواجہ صاحب کے ساتھیوں کو یوں دکھائی دیتا تھا کہ پہاڑ کی چوٹیوں سے ہزاروں اور لاکھوں سانپ اس لکیر کی طرف بڑھ رہے ہیں جونہی کوئی سانپ لکیر تک پہنچتا تو اپنا سر لکیر پہ رکھ دیتا جے پال یہ دیکھ کر بڑا پریشان ہوا۔ اب اس نے جادوگروں کو کہا کہ آسمانوں سے آگ برسادو۔ دیکھتے ہی دیکھتے اتنی آگ برسی کہ سارا جنگل انگاروں اور شعلوں سے بھر گیا۔ ہزاروں درخت آگ میں جلنے لگے لیکن اللہ کی مہربانی سے اس دائرے کے اندر آگ کا کوئی اثر نہ ہوا۔ جادوگروں نے جب یہ بات دیکھی کہ ان کے ارد گرد کا سارا علاقہ جل گیا ہے۔ مگر حضرت خواجہ کے دوستوں کو آنچ تک نہیں آئی تو جے پال کو کہنے لگے کوئی اور کام کرنا چاہیئے۔ جے پال کے سر پر ہرن کے چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا۔ ہوا میں پھینکا اور چھلانگ لگا کر اس میں سوار ہو گیا اور آسمان کی طرف پرواز کرتا نظر آنے لگا۔ وہ دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ حضرت خواجہ نے جے پال کو اس طرح اڑتے ہوئے دیکھا تو فوراً اپنے جوتوں کی طرف نگاہ کی اور فرمایا کہ جاؤ اور جے پال کو بدترین حالت میں واپس لاؤ۔ دونوں جوتے ہوا میں اُڑے اور جے پال کے سر پر کھڑکنے

لگے۔ جے پال کو مجبوراً واپس آناپڑا۔ نڈھال ہو کر رونے لگا اوراپنا سر حضرت خواجہ کے قدموں میں رکھ دیا اور کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیااور مرید ہو گیا۔ اس نے التجاء کی کہ میں قیامت تک زندہ رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے دعا کی اور فرمایاجاؤ تمہیں دائمی زندگی مل گئی ہے۔ لیکن لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہوگے۔ یہ بات مشہور ہے کہ جے پال ابھی تک اجمیر کے پہاڑوں میں چھپا ہوا ہے جو ہر جمعرات حضرت خواجہ کے روضہ کی زیارت کو آتا ہے اجمیر کے راجہ نے جے پال کو شکست خوردہ دیکھ کر شادی دیو کی طرح اس سے بھی مایوس ہو گیا۔ تو شہر میں واپس چلا آیا اور دل میں عہد کر لیا کہ اب حضرت خواجہ کی مخالفت نہیں کروں گا۔ کچھ دنوں بعد حضرت خواجہ بھی اجمیر شہر کے اندر تشریف لے آئے اور ایک مکان میں رہنے لگے۔ یہ مکان اسی جگہ واقع تھا۔ جہاں ان دنوں آپ کا مزار ہے۔ایک دن کہ خواجہ اجمیری نے اجمیر کے راجہ کو پندو نصائح کی اور ترغیب دی کہ راجہ اسلام قبول کرے۔ مگر اس نے انکار کر دیا۔ اس کے اسلام لانے سے مایوس ہو کر فرمایا۔

گلیم بخت کسے را کہ با فتندسیاہ بہ آب
کوثر ہرگز سفید نتواں کرد

آپ نے اعلان کیا کہ تم نے اسلام قبول نہیں کیا۔ اب لشکر اسلام آئے گا اور اجمیر پر حملہ کرے گا کچھ دن گزرے ہی تھے کہ سلطان شہاب الدین غوری مختصر سا لشکر لے کر ہندوستان پر حملہ آور ہوئے۔ انہوں نے اجمیر پر زبردست یلغار کی اور اس جنگ میں راجہ اجمیر کو قتل کر دیا گیا۔ مگر راجہ پتھورا کو زندہ گرفتار کر لیا۔ راجہ پتھورا ان دنوں دہلی کا حکمران تھا۔ اور راجہ اجمیر اس کے ماتحت اجمیر کا حکمران تھا یہ بات عام مشہور ہے کہ جن دنوں لشکر اسلام کی ہندوستان میں آمد ہوئی تو ان دنوں رائے پتھورا اجمیر میں آیا ہوا تھا رائے پتھورا کے ملازموں نے ایک مسلمان کو تنگ کیا۔ یہ مسلمان حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مرید خاص تھا وہ فریادی بن کر حضرت خواجہ کے حضور آیا حضرت خواجہ نے راجہ پتھورا کو سفارش کی اس غریب کی دادرسی کی جائے۔ مگر راجہ نے کوئی پرواہ نہ کی حضرت خواجہ اس بات پر سخت ناراض ہوئے۔ اور فرمایا ہم نے راجہ پتھورا کو زندہ گرفتار کرادیا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سلطان قطب الدین بیگ ٦٠٢ ہجری میں دہلی کے تخت پر بیٹھا تھا۔ اور اسی سال راجہ پتھورا کو زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔ ایک دن حضرت خواجہ اجمیر کے نواح میں جارہے تھے۔ شیخ علی نامی مرید آپ کے ہمرکاب تھا وہاں ایک شخص آیا۔ اس نے آتے ہی شیخ علی کو پکڑ لیا۔ اور کہا کہ میرا قرضہ ادا کرو ورنہ میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا یہ صورت حال دیکھی تو حضرت خواجہ نے بڑی انکساری اور نرمی سے

قرض خواہ کو کہا کہ تم اسے تھوڑی سی مہلت دے دو۔ یہ قرض ادا کر دے گا حضرت خواجہ کی اس نرمی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے وہ شخص نہایت بے ادبی سے بولا۔ اگر اس کی سفارش اتنی ہی اچھی لگتی ہے تو مجھے اپنی جیب سے قرض دے دو اس کی یہ بات سن کر حضرت خواجہ کو جلال آگیا۔اور اپنی چادر زمین پر بچھادی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس چادر پر درہم دینار برسنے لگے آپ نے اس بے ادب قرض خواہ کو کہا تم اپنا قرضہ اٹھالو۔ مگر اپنے حق سے زیادہ نہ لینا۔ وہ شخص آگے بڑھا۔ اور لالچ کرتے ہوئے اپنے حق سے مزید رقم اٹھانے لگا۔ مگر اس کا ہاتھ اسی وقت خشک ہو گیا اب چلانے لگا توبہ کرکے حضرت خواجہ کے قدموں میں گرپڑا۔ حضرت نے دست شفقت پھیرتے ہوئے اسے معاف کر دیا اور اس کا ہاتھ تندرست ہو گیا۔ یہ بات ازروئے تحقیق درست قرار دی گئی ہے کہ حضرت خواجہ کی دو اہلیہ تھیں۔ایک تو سید وجیہ الدین جو حضرت خنگ سوار کے ماموں تھے۔ کی بیٹی تھیں۔ ان کے والد بزرگوار نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے باطنی حکم سے آپ سے نکاح کر دیا تھا۔اس بی بی کا اسم گرامی بی بی عصمت تھا۔ ان کے بطن سے تین بیٹے ہوئے تھے۔ خواجہ ابو سعید خواجد فخر الدین خواجہ حسام الدین قدس سرہم - جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت لاولد تھے۔ان کی بات قابل اعتبار نہیں۔ کیونکہ

حضرت سلطان التارکین شیخ حمید الدین صوفی ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کے پوتے شیخ فرید قدس سرہ اپنے دادا کی زبانی لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت خواجہ معین الدین سنجری رحمتہ اللہ علیہ نے اس غلام کو مخاطب کر کے فرمایا حمید الدین جن دنوں میں جوان اور توانا تھا۔ اور ابھی میری اولاد نہیں تھی۔ میں اپنے اللہ سے جو کچھ طلب کیا کرتا تھا۔ بلا تکلفت مل جایا کرتا تھا۔ اب میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور مجھے اللہ نے اولاد (فرزند) بھی عطا فرمائے ہیں میرا مقصد دعاؤں اور نداؤں سے حاصل ہو جاتا ہے حمید الدین نے عرض کیا حضور آپ پر یہ بات تو واضح ہے کہ جب تک حضرت عیسی علیہ السلام حضرت مریم کے بطن سے پیدا نہیں ہوئے تھے۔آپ کو بے موسم میوے میسر آیا کرتے تھے۔ یہ میوے بے تکلف اور بلا استدعا ملا کرتے تھے۔جب حضرت عیسی علیہ اسلام پیدا ہوئے تو حضرت مریم رزق کا انتظار فرمایا کرتی تھیں۔اور حکم ہوتا تھا۔ کہ ان کھجوروں کی شاخوں کو ہلائیں تاکہ تازہ کھجوریں گریں آپ شاخوں کو ہلاتیں تو تازہ کھجوریں گرتی تھیں آپ کے ساتھ بھی سابقہ ایام زندگی اور آج کے حالات میں اتنا فرق ہے حضرت خواجہ معین الدین نے یہ جواب سن کر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا۔ تذکروں میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے بیٹے ابو سعید کی عمر پچاس سال ہوئی تھی کہ اللہ نے انہیں دو بیٹے عنایت

فرمائے۔ آپ کے دوسرے بیٹے فخر الدین بڑے بزرگ اور صاحب نعمت بزرگ تھے وہ حضرت خواجہ معین الدین سنجری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے بیس سال بعد تک زندہ رہے اور ستّر سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ ان کے پانچ بیٹے تھے، وہ قصبہ سروار جواجمیر سے سولہ میل کے فاصلہ پر ہے۔ فوت ہوئے تھے۔ آپ کا مزار بھی وہاں ہی ہے۔ خواجہ حسام الدین حضرت خواجہ کے بیٹے کہیں گم ہو گئے تھے۔ وہ ابدالوں کی مجالس میں مل گئے تھے اس وقت آپ کی عمر پنتالیس سال تھی۔ ان کے سات بیٹے تھے ان میں سے خواجہ حسام الدین سوختہ بڑے صاحب کرامت بزرگ ہوئے تھے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا بدایونی آپ کے احباب میں سے تھے۔آپ کی قبر اجمیر سے مغرب کی طرف قصبہ سائرہ میں ہے ۔ حضرت خواجہ کی دوسری بیوی ہندوستان کے راجاؤں میں سے ایک راجہ کی بیٹی تھی قلعہ پٹیلی کا حاکم جس کا نام ملک خطاب تھا نے ہندوئوں کے ایک علاقہ پر حملہ کیا۔ بہت سے ہندو مارے گئے اور راجہ کی بیٹی کو گرفتار کر لیا اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کی۔ آپ نے اسے قبول فرماتے ہوئے اس سے نکاح کر لیا۔ اور اس کا اسلامی نام امتہ اللہ رکھا۔ اس عفت ماب بی بی کے بطن سے ایک بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام حافظہ جمال تھا۔ یہ بڑی عابدہ، زاہدہ اور پارسا تھی۔ آپ کو اپنے والد سے بڑی ارادت تھی۔ آپ نے اسے روحانی تربیت دی اور خرقہ خلافت سے بھی نوازا۔ اور اسے مستورات کی ہدایت اور تبلیغ کے لئے وقف کر دیا۔ چنانچہ ہندوستان میں ہزاروں عورتیں آپ کی کوششوں سے قرب الٰہی کے درجہ کو پہنچیں حافظہ جمال کے خاوند کا اسم گرامی شیخ نقی الدین تھا۔ بی بی حافظہ جمال کا مزار حضرت خواجہ کے مزار کے پہلو میں ہے۔ اس بیٹی کے علاوہ آپ کی اس بیوی امتہ اللہ کے دو بیٹے بھی پیدا ہوئے۔ مگر دونوں شیر خوارگی کی حالت میں فوت ہو گئے۔ یاد رہے کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے بے شمار خلفاء تھے۔ اور لاکھوں لوگ فیض یاب ہوئے۔ ہم تبرکا چند خلفائے معروف کے اسمائے گرامی لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

اول قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ دوم خواجہ فخر الدین حضرت کے بیٹے تیسرے شیخ حمید الدین ناگوری صوفی چہارم شیخ وجیہ الدین پنجم شیخ حمید الدین صوفی آپ کا لقب سعد بن زید تھا اور آپکا نسب عشر مبشرا سے جاملتا ہے، ششم خواجہ برہان الدین عرف بدو ہفتم شیخ احمد ہشتم شیخ محسن نہم خواجہ سلیمان غازی دھم شیخ شمس الدین یازدھم خواجہ حسن خیاط دوازدہم جے پال جوگی المعروف عبید اللہ آپ کو حضرت خواجہ کی دعا سے

جاودانی زندگی ملی تھی سنیزدہم شیخ صدرالدین کرمانی چہاردہم بی بی حافظہ جمال پانزدہم شیخ محمد ترک نارسنومی سانزدہم شیخ علی سنجری ہفتدہم خواجہ یادگار سبزواری ہژدہم خواجہ عبیداللہ بیابانی نوردہم شیخ متا حضرت خواجہ نے آپ کے لئے دعافرمائی۔ توآپ لوگوں کے لئے ہر دل عزیز بن گئے۔ عام لوگ آپ کا بول و بزار بطور تبرک لے جایا کرتے تھے ان سے عطروعنبر کی خوشبو آیا کرتی تھی لبستم شیخ وحید برادر شیخ احمد لبست وکیم سلطان مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین یادرہے کہ یہ سلطان مسعود غازی سلطان سالار مسعود غازی شہید کے علاوہ ہیں۔ ان کا مزار قصبہ بڑائچ میں ہے جن حضرات نے سالار مسعود غازی شہید کو آپکے خلفا میں لکھاہے انہیں غلطی ہوئی ہے۔ حضرت خواجہ کی وفات اور سالار شہید کی وفات میں دوسو سال کا فاصلہ ہے۔

سیر الاقطاب کے مولف لکھتے ہیں کہ جس دن حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہوا آپ نے نماز عشاء کے بعد اپنے حجرے کا دروازہ بند کر دیااور اپنے خاص احباب کو بھی اندر آنے سے روک دیا۔ حجرے کے دروازے پر بیٹھنے والے محرمان راز ساری رات آنے جانے والوں کے قدموں کی آوازیں سنتے رہے۔انہوں نے سوچاحضرت خواجہ وجد میں ہیں۔ مگر علی الصبح آوازیں رک گئیں نماز کا وقت ہوا۔ دروازے پر دستک دی گئی۔ آوازیں دیں۔ مگر کوئی جواب نہیں آیا۔ دروازہ کھولا گیا۔ دیکھا کہ حضرت خواجہ فوت ہو چکے ہیں۔ آپ کی پیشانی پہ نور کی روشنائی سے لکھاہوادکھائی دیتا تھا۔ "حبيب الله مات في حب الله" یہ اللہ کے حبیب تھے۔ وہ اللہ کی محبت میں فوت ہوئے۔ حضرت خواجہ معین الدین سنجری قدس سرہ کی ولادت ۵۳۷ھ میں ہوئی تھی۔اور تمام تذکرہ نگاروں کا اس پر اتفاق ہے آپ کا وصال پیر ششم ماہ رجب المرجب ۶۳۳ھ میں ہوا۔ یہ سلطان شمس الدین التمش کا عہد حکومت تھا۔ آپ کا روضہ منورہ دارالخیر اجمیر شریف میں ہے پہلے آپ کا مزار سادہ اینٹوں سے بنایا گیا تھا۔اس کے بعد پتھروں سے عمارت بنائی گئی۔ آپ کا مزار ایک عرصہ تک عام قبروں کی طرح کہ رہاسب سے پہلے خواجہ حسین ناگوری نے مزار کی تعمیر کی تھی اس کے بعد بادشاہان ہندوستان آتے رہے اور آپ کے مزار کو شاندار عمارت کی صورت میں تعمیر کراتے رہے خصوصا شہاب الدین محمد شاہجہان بادشاہ غازی نے آپ کے روضہ کی عمارت کو بنایااور ساتھ ہی ایک شاندار مسجد تعمیر کرائی۔ اس مزار پرانوار کے فیض و برکت کے آثار آج تک ظاہر ہو رہے ہیں۔ دعاؤں کی قبولیت اور حاجات براری کے ہزاروں واقعات سامنے آئے ہیں۔

(خزینۃ الاصفیاء، جلد ۲، صفحہ ۶۱)

☆☆☆☆☆☆

سب سے اعلیٰ، سب سے اَولیٰ

از: مجدد اعظم دین وملت اعلی حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی المولیٰ عنہ

بایں ہمہ (کہ اُس کی ذاتِ کریم دوسری ذوات کی مناسبت سے معرّا ہے اور اس کی صفاتِ عالیہ اوروں کی صفات کی مشابہت سے مبرّا) اس نے اپنی حکمت کاملہ (و رحمت شاملہ) کے مطابق عالم (یعنی ماسوی اللہ) کو جس طرح وہ (اپنے علم قدیم ازلی سے) جانتا ہے۔ ایجاد فرمایا (تمام کائنات کو خلعت وجود بخشا۔ اپنے بندوں کو پیدا فرمایا انہیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں زبان وغیرہ عطا فرمائے اور انہیں کام میں لانے کا طریقہ الہام فرمایا۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جوہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ پھر لاکھوں باتیں ہیں جن کا عقل ادراک نہیں کر سکتی تھی۔ لہذا انبیاء بھیج کر کتابیں اتار کر ذرا ذرا سی بات بتادی۔ اور کسی کو عذر کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی) اور مکلفین کو (جو تکلیف شرعی کے اہل، امر و نہی کے خطاب کے قابل، بالغ عاقل ہیں) اپنے فضل وعدل سے دو فرقے کردیا:

فریق فی الجنّۃ۔ (ایک جنتی و ناجی، جس نے حق قبول کیا)

وفریق فی السعیر۔ (دوسرا جہنمی وہالک، جس نے قبولِ حق سے جی چرایا۔)

اور جس طرح پر تو وجود (موجود حقیقی جل جلالہ) سے سب نے بہرہ پایا (اور اسی اعتبار سے وہ ہست و موجود کہلایا) اسی طرح فریق جنت کو اس کے صفات کمالیہ سے نصیبہ خاص ملا (دنیا و آخرت میں اس کے لیے فوز و فلاح کے دروازے کھلے اور علم و فضل خاص کی دولتوں سے اس کے دامن بھرے) دبستان (مدرسہ)

علّمک مالم تکن تعلم۔

اور دار العلوم،

علّم الانسان مالم یعلم

(میں تعلیم فرمایا (کہ جو کچھ وہ نہ جانتا تھا اُسے سکھایا پھر)

وکان فضل االله علیک عظیما۔

نے اور رنگ آمیزیاں کیں (کہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم اس پر جلوہ گستر رہا، مولائے کریم نے گونا گوں نعمتوں سے اسے نوازا۔ بے شمار فضائل و محاسن سے اسے سنوارا۔

قلب و قالب، جسم و جاں، ظاہر و باطن کو رذائل اور خصائل قبیحہ مذمومہ سے پاک صاف اور محامد واخلاق حسنہ سے اسے آراستہ و پیراستہ کیا۔ اور قرُبِ خداوندی کی راہوں پر اُسے ڈال دیا) اور یہ سب تصدق (صدقہ و طفیل) ایک ذات جامع البرکات کا تھا جسے اپنا محبوب خاص فرمایا۔ (مرتبہ محبوبیت کبرٰی سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق حتّٰی کہ نبی و مرسل و ملک مقرب جویائے رضائے الٰہی ہے اور وہ ان کی رضا کا طالب)

مرکز دائرہ (کن) و دائرہ مرکز کاف و نون بنایا، اپنی خلافت کاملہ کا خلعتِ رفیع المنزلت اُس کے قامتِ موزوں پر سجایا کہ تمام افرادِ کائنات اس کے ظل ظلیل (سایہ ممدو رافت) اور ذیل جلیل (دامن معمور رحمت) میں آرام کرتے ہیں۔ اعاظم مقربین (کہ اُس کی بارگاہِ عالی جاہ میں قربِ خاص سے مشرف ہیں) (ان) کو (بھی) جب تک اس مامن جہاں (پناہ گاہِ کون و مکان) سے توسّل نہ کریں (انہیں اس کی جناب والا میں وسیلہ نہ بنائیں) بادشاہ (حقیقی عزّ اسمہ و جل مجدہ) تک پہنچنا ممکن نہیں کنجیاں، خزائنِ علم و قدرت، تدبر و تصرف کی، اس کے ہاتھ میں رکھیں، عظمت والوں کو مہ پارے (چاند کے ٹکڑے، روشن تارے) اور اس کو اس نے آفتاب عالم تاب کیا کہ اس سے اقتباس انوار کریں (عرفان و معرفت کی روشنیوں سے اپنے دامن بھریں) اور اس کے حضور انا زبان پر (اور اپنے فضائل و محاسن، ان کے مقابل، شمار میں) نہ لائیں اس (محبوب اجل واعلٰی) کے سراپردہ عزت واجلال کو وہ عزت ورفعت بخشی کہ عرش عظیم جیسے ہزاراں ہزار اس میں یوں گم ہو جائیں جیسے بیدائے ناپیدا کنار (وسیع و عریض بیابان، جس کا کنارہ نظر نہ آئے اس) میں ایک شلنگ ذرہ کم مقدار (کہ لق و دق صحرا میں اس کی اُڑان کی کیا وقعت اور کیا قدرت و منزلت)

علم وہ وسیع و غزیر (کثیر در کثیر) عطا فرمایا کہ علومِ اوّلین و آخرین اس کے بحر علوم کی نہریں یا جوشش فیوض کے چھینٹے قرار پائے (شرق تا غرب، عرش تا فرش انہیں دکھایا، ملکوت السموٰت والارض کا شاہد بنایا) روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کا، سب ماکان ومایکون انہیں بتایا) ازل سے ابد تک تمام غیب و شہادت (غائب و حاضر) پر اطلاع تام (وآگاہی تمام انہیں) حاصل، الا ماشاءاللہ

(اور ہنوز ان کے احاطہ علم میں وہ ہزار در ہزار، بے حد و بے کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت وہ جانیں یا اُن کا عطا کرنے والا اُن کا مالک و مولٰی جل وعلا) بصر (و نظر) وہ محیط (اور اس کا احاطہ اتنا بسیط) کہ شش جہت مقابل (کہ بصارت کو ان پر اطلاع تام حاصل) دنیا اس کے سامنے اٹھالی کہ تمام کائنات تا بروزِ قیامت، آنِ واحد میں پیش نظر (تو وہ

دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو، اور ایمانی نگاہوں میں نہ یہ قدرت الٰہی پر دشوار نہ عزت ووجاہت انبیاء کے مقابل بسیار) سمع والا کے نزدیک پانچ سو برس راہ کی صدا جیسے کان پڑی آواز ہے اور (بعطائے قادرِ مطلق) قدرت (و اختیارات) کا تو کیا پوچھنا، کہ قدرت قدیر علی الاطلاق جل جلالہ کی نمونہ وآئینہ ہیں، عالم علوی و سفلی (اقطار واطرافِ زمین وآسمان) میں اس کا حکم جاری۔ فرمانروائی کن کو اس کی زباں کی پاسداری، مردہ کو قم کہیں (کہ بحکم الٰہی کھڑا ہو جاتو وہ) زندہ اور چاند کو اشارہ کریں (تو) فوراً دو پارہ ہو۔ جو (یہ) چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔

منشورِ خلافت مطلقہ (تامہ، عامہ، شاملہ، کاملہ) و تفویض تام کا فرمان شاہی) ان کے نام نامی (اسم گرامی) پر پڑھا گیا اور سکہ وخطبہ ان کا ملاء ادنی سے عالمِ بالا تک جاری ہوا۔ (تو وہ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں اور تمام ماسوی اللہ تمام عالم ان کے تحت تصرف ان کے زیر اختیار، ان کے سپرد کہ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں اور جس سے جو چاہیں واپس لیں تمام جہان میں کوئی ان کا پھیرنے والا نہیں اور ہاں کوئی کیونکر ان کا حکم پھیر سکے کہ حکم الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔ تمام جہان ان کا محکوم اور تمام آدمیوں

کے وہ مالک، جو انہیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سنت سے محروم مل۔

ملکوت السموات والارض

ان کے زیر فرمان، تمام زمین اُن کی ملک اور تمام جنت ان کی جاگیر (دنیا ودیں میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہِ عرش اشتباہ سے ملتا ہے۔) جنت ونار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق وخیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا وآخرت حضور ہی کی عطا کا ایک حصہ ہے۔

فانّ من جودک الدنیا و ضرّتھا ۔

(بے شک دُنیا وآخرت آپ کے جود وسخا سے ہے)

تو تمام ماسوی للہ نے جو نعمت، دنیاوی و اخروی، جسمانی یا روحانی، چھوٹی یا بڑی پائی انہیں کے دستِ عطا سے پائی۔ انہیں کے کرم، انہیں کے طفیل، انہیں کے واسطے سے ملی۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھوں ملا، ملتا ہے اور ابد الاباد تک ملتا رہے گا جس طرح دین وملت، اسلام وسنت، صلاح وعبادت، زہد وطہارت اور علم ومعرفت ساری دینی نعمتیں ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ یونہی مال ودولت، شفاء و صحت، عزت و رفعت اور فرزند و عشرت یہ سب دنیاوی نعمتیں بھی انہیں کے دستِ اقدس سے ملی ہیں۔

قال الرضا:

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے

حاشا غلط غلط، یہ ہوس بے بصر کی ہے

و قال الفقیر

بے اُن کے توسُّل کے، مانگے بھی نہیں ملتا

بے اُن کے توسط کے، پرسش ہے نہ شنوائی

وہ بالا دست حاکم کہ تمام ماسوی اللہ ان کا محکوم اور ان کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں۔ (ملکوت السمٰوات والارض میں ان کا حکم جاری ہے، تمام مخلوقِ الٰہی کو ان کے لیے حکمِ اطاعت و فرمانبرداری ہے وہ خدا کے ہیں، اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا، تیرا

جو سر ہے اُن کی طرف جھکا ہوا، اور جو ہاتھ ہے وہ ان کی طرف پھیلا ہوا۔

سب اُن کے محتاج اور وہ خدا کے حاجتمند (وہی بارگاہِ الٰہی کے وارث ہیں اور تمام عالم کو انہیں کی وساطت سے ملتا ہے) قرآن عظیم ان کی مدح وستائش کا دفتر (اور) نام ان کا ہر جگہ نامِ الٰہی کے برابر۔

ورفعنالک ذکرک کا ہے سایہ تجھ پر

ذکر اونچا ہے ترا، بول ہے بالا تیرا۔

احکامِ تشریعیہ، شریعت کے فرامین، اوامر و نواہی سب ان کے قبضہ میں، سب ان کے سپرد، جس بات میں جو چاہیں اپنی طرف سے فرمادیں، وہی شریعت ہے، جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں، اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کردیں، اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں وہی شرع ہے، غرض وہ کارخانہ الٰہی کے مختارِ کل ہیں، اور خُسر وانِ عالم اس کے دستِ نگر و محتاج)

(وہ کون؟)

اعنّی سیّدالمرسلین

(رہبرِ رہبراں)،

خاتم النبیین

(خاتم پیغمبراں)

رحمۃ للعلمین

(رحمتِ ہر دو جہاں)

شفیع المذنبین

(شافع خطاکاراں،)

قائد الغر المحجلین

(ہادی نوریاں وروشن جبیناں)،

سرّ اللہ المکنون

(رب العزت کاراز سربستہ)

دُرّ اللہ المخزون

(خزانہ الٰہی کا موتی، قیمتی وپوشیدہ)

سرور القلب المحزون

(ٹوٹے دلوں کا سہارا)

عالم ماکان ومایکون

(ماضی ومستقبل کا واقف کار)

تاج الاتقیاء

(نیکو کاروں کے سر کا تاج)

نبی الانبیاء

(تمام نبیوں کا سر تاج)

محمّدن (المصطفٰی) رسول رب العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ وصحبہ وبارک وسلم الٰی یوم الدین۔

بایں ہمہ (فضائل جمیلہ و فواضل جلیلہ و محاسنِ حمیدہ ومحامد محمودہ وہ) خدا کے بندہ ومحتاج ہیں (اور یسئلہ من فی السمٰوٰت والارض ا۔ کے مصداق۔ حاش للہ کہ عینیت یامثلیت کا گمان (تو گمان یہ وہم بھی ان کی ذاتِ کریمہ ،ذاتِ الٰہی عزشانہ کی عین یا اس کے مثل و مماثل یا شبیہ و نظیر ہے) کافر کے سوا مسلمان کو ہو سکے۔ خزانہ قدرت میں ممکن۔ (وحادث ومخلوق) کے لیے جو کمالات متصور تھے (تصور و گمان میں آسکتے تھے یا آسکتے ہیں) سب پائے کہ دوسری کو ہم عنانی (وہمسری اوران مراتبِ رفیعہ میں برابری) کی مجال نہیں، مگر دائرۂ عبدیت وافتقار (بندگی واحتیاج) سے قدم نہ بڑھا، نہ بڑھا سکے۔ العظمۃ للہ خدائے تعالٰی سے ذات وصفات میں مشابہت (ومماثلت) کیسی۔ (اس سے مشابہ و مماثل ہونے کا شبہ بھی اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل ایمان منزل میں اس کا خطرہ گزر سکے، جب کہ اہل حق کا ایمان ہے کہ حضور اقدس سرور عالم عالم اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ان احسانات الٰہی کا جو بارگاہِ الٰہی سے ہر آن، ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر لمحہ ان کی بارگاہِ بیکس پناہ پر مبذول رہتے ہیں، ان انعامات اوران) نعمائے خداوندی کے لائق جو شکر وثناء ہے اسی پورا پورا بجانہ لاسکے نہ ممکن کہ بجالائیں کہ جو شکر کریں وہ بھی نعمت آخر موجب شکر دیگر الٰی مالا نہایۃ لہ نعم وافضال خداوندی (ربّانی نعمتیں اور بخششیں خصوصاً آپ پر) غیر متناہی ہیں۔ ان کی کوئی حد ونہایت نہیں، انہیں کوئی گنتی وشمار میں نہیں لاسکتا۔

قال للہ تعالیٰ: "وللاخرۃ خیر لک من الاولیٰ"۔

(اے نبی بے شک ہر آنے والا لمحہ تمہارے لیے گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہے اور ساعت بساعت آپ کے مراتبِ رفیعہ ترقیوں میں ہیں۔

مرتبہ، "قاب قوسین او ادنیٰ" کا پایا۔ (اور یہ وہ منزل ہے کہ نہ کسی نے پائی اور نہ کسی کے لیے ممکن ہے اس تک رسائی وہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ شب اسرٰی مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔)۔قسم کھانے کو فرق کا نام رہ گیا۔

کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آکر کے پھیر میں ہو

محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے، کدھر گئے تھے۔

دیدارِ الٰہی بچشم سر دیکھا، کلامِ الٰہی بے واسطہ سُنا، (بدن اقدس کے ساتھ، بیداری میں، اور یہ وہ قرب خاص ہے کہ کسی نبی مرسل وملک مقرب کو بھی نہ کبھی حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہو) محملِ لیلٰی (ادراک سے ماوراء) کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل (دُور) (اور) خرد خردہ میں (عقل نکتہ دان، دقیقہ شناس) دنگ ہے۔ (کوئی جانے تو کیا جانے اور کوئی خبر دے تو کیا خبر دے) نیا سماں ہے نیا رنگ) (ہوش و حواس ان وسعتوں میں گم اور دامانِ نگاہ تنگ) قُرب میں بعد (نزدیکی میں دوری) بعد میں قرب (دوری میں نزدیکی) وصل میں ہجر (فرقت میں وصال)

عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت

جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے۔

عقل و شعور کو خود اپنا شعور نہیں، دست و پابستہ خود گم کردہ حواس ہے، ہوش و خرد کو خود اپنے لالے پڑے ہیں وہم و گمان دوڑیں تو کہاں تک پہنچیں، ٹھوکر کھائی اور گرے۔

سراغ این و متٰی کہاں تھا، نشان کیف و الٰی کہاں تھا

نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساتھی، نہ سنگ منزل، نہ مرحلے تھے۔

جس راز کو اللہ جل شانہ ظاہر نہ فرمائے بے بتائے کس کی سمجھ میں آئے اور کسی بے وقار کی کیا مجال کہ درون خانہ خاص تک قدم بڑھائے)

گوہر شناور دریا (گویا موتی پانی میں تیر رہا ہے) مگر (یوں کہ) صدف (یعنی سیپی) نے وہ پردہ ڈال رکھا ہے کہ نم سے آشنا نہیں (قطرہ تو قطرہ، نمی سے بھی بہرہ ور نہیں) اے جاہلِ ناداں، علم (وکنہ حقیقت) کو علم والے پر چھوڑ

اور اس میدان دشوار جولان سے (جس سے سلامتی سے گزر جانا جوئے شیر لانا ہے اور سخت مشقتوں میں پڑنا) سمندِ بیان (کلام وخطاب کی تیز وطرار سواری) کی عنان (باگ دوڑ) موڑ (اس والاجناب کی رفعتوں، منزلتوں اور قُربتوں کے اظہار کے لیے) زبان بند ہے پر اتنا کہتے ہیں کہ خلق کے آقا ہیں، خالق کے بندے، عبادت (وپرستش) ان کی کفر (اور ناقابلِ معافی جرم) اور بے ان کی تعظیم کے حبط (برباد، ناقابل اعتبار، منہ پر مار دیئے جانے کے قابل) ایمان ان کی محبت و عظمت کا نام (اور فعل تعظیم، بعد ایمان، ہر فرض سے مقدم) اور مسلمان وہ جس کا کام ہے نامِ خدا کے ساتھ، ان کے نام پر تمام۔

والسلام علٰی خیر الانام والالہ والاصحاب علی الدّوام۔

(فتاویٰ رضویہ شریف)

☆☆☆☆☆☆

اہل سنت تجارت کریں

از:- حضور حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خان رضی المولیٰ عنہ

ہمیں یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہماری روزی نوکری میں منحصر ہے ہمیں حرفے اور پیشے سیکھنا چاہیے اور حرفتوں کے عیب ہونے کا خیال در حقیقت کافروں کی صحبت کا اثر ہے، اپنے دماغوں سے نکال ڈالنا چاہیے۔

اعلیٰ اہل کار ادنیٰ فروگذاشت پر برخاست ہو کر نان شبینہ کا محتاج ہو جاتا ہے، اور اس کی متوسط حیثیت افسر کی ایک گردشِ چشم سے خاک میں مل جاتی ہے، پھر وہ عمر بھر شکستہ حال در بدر پھرا کرتا ہے، جو لوگ کل تک اس کی عزت بلکہ خوشامد کرتے تھے وہی اسے حقارت کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں، اب اس کی تمام قابلیتیں ہیچ ہیں، سندیں بیکار ہیں، زندگی وبال ہے، اولاد کی تربیت اس ناداری میں کیوں کر ہو سکے، خود تباہ اور نسل برباد لیکن اگر وہ پیشہ ور ہوتا، ہاتھ میں کوئی ہنر رکھتا تو اس طرح محتاج نہ ہو جاتا نوکری گئی بلا سے، اس کا ذریعہ معاش اس کے ساتھ ہوتا، ہمیں نوکری کا خیال ہی چھوڑ دینا چاہیے، نوکری کسی قوم کو معراج ترقی تک نہیں پہنچا سکتی، دستکاری اور پیشے اور ہنر سے تعلق پیدا کرنا چاہیے، یہ وہ دولت ہے جو نہ دشمن چھین سکتا ہے نہ کہیں رہن یا مکفول ہو سکتی ہے، بے منت روزی کا ذریعہ ہے، جن قوموں کے ساتھ ہاتھ میں حرفت یا پیشہ ہے وہ ان نوکری کرنے والوں سے بدرجہا بہتر زندگی بسر کرتے ہیں۔

دوسرا کام تجارت ہے جس کو ایک نا معلوم مدت سے مسلمانوں نے عیب قرار دے رکھا ہے، حریف قوم تجارت ہی کی بدولت صاحب ثروت ہوگئی، آج ہماری زندگی کے ضروریات انہیں قوموں کے ہاتھ میں ہیں جنہوں نے ہمیں اعلان جنگ دے دیا ہے، ہر قسم کی تجارت میں وہ دخیل ہیں اور مسلمانوں کی دولتیں روز بروز ان کے قبضہ میں آتی چلی جاتی ہیں، ہر بڑی سے بڑی چیز ابتداء میں بہت چھوٹی ہوتی ہے اور بتدریج بڑھتی ہے، مسلمان یہ خیال چھوڑ دیں کہ جب تک ہزار ہا روپیہ کا سرمایہ نہ ہو تجارت نہ کریں گے۔

تھوڑے سرمایہ سے کام شروع کریں اور مستعدی و نیک نیتی سے کرتے رہیں انشاءاللہ تعالیٰ۔ کچھ عرصے میں یہ چھوٹا کام ہی بڑھ کر بڑا ہو جائے گا، میں اکثر اپنی تحریروں میں تجارت پر زیادہ زور دیتا ہوں، کئی صاحبوں نے میری تحریک سے تجارت شروع کی، ان کا سرمایہ نہایت قلیل تھا مگر اب تھوڑے ہی دنوں میں انہوں نے اپنا کام بہت

بڑھالیا، روزانہ کے خرچ اسی دوکان سے نکالتے ہیں اور دوکان میں بھی زیادہ کرتے جاتے ہیں، کچھ پسِ انداز بھی کر لیتے ہیں، جس قدر روپیہ لگایا تھااس سے زیادہ مال اس وقت دوکان میں موجود ہے، اتنا ہی دوسروں پر قرض ہے اور جو کھایا خرچ کیا وہ اور نقداس کے علاوہ ہے۔

در حقیقت یہ خیال کہ اگر بڑا سرمایہ نہ ہوگا تو ہمارا کام چل ہی نہ سکے گا تجارت کے اصول سے ناواقفی ہے، ہمسایہ قوم کو دیکھئے جو تجارت میں بہت ماہر ہے اور جس کا تجارت پیشہ ہو گیا ہے، ان میں اگر لاکھوں اور کروڑوں کے سرمایہ دار بھی ہیں تو ان میں وہ بھی ہیں جو زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے کے چنے یا سگریٹ اور پان لے کر بیچتے پھرتے ہیں، اور اس سے بھی کم حیثیت وہ ہیں جو آلو کی چاٹ کے خوانچے لگاتے ہیں، ان کے سرمایہ پر نظر کیجئے اور پھر یہ دیکھئے کہ چاٹ بیچ کر یہ اپنے تمام کنبے کی پرورش کرتے ہیں، مکان بناتے ہیں، شادی بیاہ کرتے ہیں، بیماری اور موت کے خرچ اٹھاتے ہیں، قومی اور مذہبی کاموں میں دیتے ہیں اور تھوڑے دنوں میں معقول رقم پیدا کر کے دوکان لے کر بیٹھتے ہیں، ہم کیوں خواب غفلت میں ہیں، ہم پر کیا ادبار ہے نوکری کی تلاش میں پریشان حال مارے پھریں، عمر گزر جائے مگر تجارت نہ کریں۔ اگر سبزی یا میوے بھی بیچتے تو بسر اوقات کی شکل نکل آتی، پان، چھالیہ، سگریٹ، دیا سلائی لے کر بھی بیٹھ جاتے تو کچھ نہ کچھ تو ہاتھ آتا اور ذلت کے ساتھ دھکے کھانے سے بچ جاتے۔

برادران اسلام! تمہارے بزرگ تجارت کرتے تھے، تجارت عیب نہ سمجھی جاتی تھی۔ تم تجارت کرو اور ضروریات زندگی کی تجارت کرو، کھانے پینے پہننے اور ضرورت کی چیزیں کبھی نہیں رکتیں، سرمایہ کم ہو تو خوف نہ کرو، اللہ تعالی پر بھروسہ کر کے کام شروع کر دو اور دوسرے مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کی تجارت کو ترقی دینے میں مدد کریں۔

اس کی ہمت افزائی کا خیال رکھیں، اس کی تجارت کو فروغ دینے کی کوشش کریں سرمایہ دار اصحاب کسی اطمینان کے بعد معمولی نفع تجارتی پر اس کو روپیہ دیں، اگر وہ ضرورت سمجھتا ہو اور تجارت کو روپے کی ضرورت ہو، بہتر ہو کہ ہر مسلمان چند مسلمانوں کے مشورہ کے بعد اپنا کام شروع کرے اور مشیر اپنی بہتر رائے سے اس کی مدد کریں، بیکار لوگوں کو چھوٹی چھوٹی تجارتیں شروع کرائی جائیں اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے مسلمان ان سے خریداری کریں۔

سائل جو مختلف صورتوں میں شب و روز آتے رہتے ہیں انہیں کو رفق و محبت کے ساتھ تجارت یا حرفت پر آمادہ

کیا جائے اور وہ تیار ہو جائیں تو ان کو سوال سے روکا جائے اور مسلمان خود ان کے لیے ایک معمولی چندہ جمع کریں جو ایسی ادنی رقموں سے جمع کیا جائے جو معمولاً سائلوں اور دریوزہ گروں کو دی جاتی ہیں، پھر انہیں اپنی نگرانی میں کوئی کام کرادیا جائے اور نگرانی رکھی جائے، اس میں ہر طرح کی صورتیں پیش آئیں گی اور ہر قسم کے آدمیوں سے واسطہ پڑے گا مگر تحمل و برداشت سے کام کئے جائیں، انشاء اللہ تعالی بہت سے لوگوں کی اصلاح ہو جائے گی۔

نکمے اور بیکار لوگوں کے لیے بھی شغل سوچے جائیں اور ان کے لیے کوئی نہ کوئی ایسا کام تلاش کرنا چاہیے جو ان کی معاش کا ذریعہ ہو سکے خواہ وہ مسجد یا مدرسہ یا مسافر خانہ یا قبرستان کی خدمت نگرانی ہی ہو، ہر شخص کو لازم کر لینا چاہیے کہ وہ اپنے کسب سے کچھ نہ کچھ زمین خریدے اور اپنے مسکن حاصل کرنے کے لیے شاقہ محنت اٹھائے، بلکہ اگر نامناسب نہ ہو تو بجائے دولت و مال اور تعلیمی سند کے شادی کے وقت یہ دریافت کیا جائے کہ لڑکے نے اپنے کسب و محنت سے کتنی زمین خریدی ہے خواہ باپ نے کیسی کثیر جائداد چھوڑی ہو مگر لڑکے کو اس وقت تک لائق نہ سمجھنا چاہیے جب تک وہ اپنے زور بازو سے کچھ پیدا نہ کرے، ماں باپ خواہ کیسے ہی غنی، دولت مند، جاگیر دار یا تاجر ہوں مگر یہ ضروری سمجھیں کہ پندرہ سال کے بعد لڑکے کو کوئی نہ کوئی معاش کا کام شروع کرادیں۔

اگر وہ تعلیم پاتا ہے تب بھی اس کے لیے ایسا کام ٹھیکہ یا تجارت تجویز کریں جس میں وقت صرف ہو مگر آمدنی پیدا ہو سکے تاکہ لڑکے اس عمر سے تجارت یا حرفت اور کسب مال کے خوگر و عادی ہو جائیں، ہر بچے کے لیے روزِ پیدائش سے ایک روپیہ یومیہ جمع کیا جائے تو سالانہ روپے کے حساب سے پندرہ سال میں چوراسی روپے چھ آنے ہو سکتے ہیں، ابتدائی کام شروع کرنے کے لیے رقم کچھ بری نہیں ہے۔

بہت سی تجارتیں ایسی ہیں جنہیں آدمی تعلیم کے دوران جاری رکھ سکتا ہے، ان میں وقت بہت کم صرف ہوتا ہے، بچوں کی تجارتوں کی نگرانی والدین رکھیں اور انہیں والدین مدد دیں مسلمانوں کو تجارت مسنون و موجب برکت ہے مگر خدا جانے کیا مصیبت ہے کہ اس زمانہ میں مسلمان تجارت سے بالکل بیگانہ ہیں، اس کے علاوہ ترقی کا دارومدار تجارت پر ہے، یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ تجارت ہماری بقا کے لیے بھی ضروری ہے۔ ہماری زندگی کی ضروریات اغیار کے ہاتھ میں ہیں، اس وجہ سے ہر وقت ان کی ناجائز خوشامد کرنی پڑتی ہے اور اندیشہ رہتا ہے کہ اگر وہ ہم سے خفا ہو گئے تو ہمارا کھانا پینا بند کر دیں گے، چنانچہ کئی

جگہ ایسا بھی ہو چکا ہے کہ ہندوؤں نے مسلمانوں سے لین دین ترک کر دیا، غلہ ان کے ہاتھ میں تھا اب بجز بھوکے مرنے کے اور کیا صورت تھی، اگر ہمارا بھی اس تجارت میں دخل ہوتا تو وہ ہمیں اس طرح مجبور نہ کر سکتے۔

حیرت ہے کہ زمانہ کے انقلاب مسلمانوں کے لیے تازیانہ عبرت نہیں ثابت ہوتے اور کسی مصیبت سے ان کی آنکھ نہیں کھلتی، برادران ملت نوکری اور ملازمت کے خیال چھوڑ کر تجارت پر ٹوٹ پڑو تو دیکھو تھوڑے عرصے میں تم کیا ہوئے جاتے ہو۔

(خطبۂ صدارت)

☆☆☆☆☆☆

الیکشن میں ووٹ دینا

از- مظہر اعلیٰ حضرت شیر بیشۂ سنت رضی المولیٰ عنہ۔

استفتاء :

مسئولہ یکے از لیاڈر، بمعرفت حضرت علامہ مولٰنا حکیم مقصود حسن خان صاحب دام بالمفاخرہ (شاگرد شید حضور محدث سورتی علیہ الرحمۃ والرضوان) محلہ بھورے خاں پیلی بھیت۔

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک دیہاتی حلقہ سے صوبہ جاتی کونسل کی ممبری کیلئے تین امیدوار کھڑے ہوئے ہیں۔ ان میں ایک لیگ کے ٹکٹ پر دوسرا کانگریس کے ٹکٹ پر تیسرا آزاد بغیر کسی ٹکٹ کے کھڑا ہوا۔ اور تینوں سنی ہیں۔ ان میں سے ہم اہلسنت کس کو ووٹ دیں؟

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔

سنی مسلمانوں پر بحکم شریعت مطہرہ لازم کہ ان تمام کمیٹیوں پارٹیوں سے قطعاً علیحدہ رہیں، ان میں سے کسی کے نمائندے کو ووٹ دینے سے پرہیز کریں، ان میں سے کسی کے نمائندے پر اعتماد کرنے سے اجتناب رکھیں، ان بد مذہب وبے دین لیڈروں کو ووٹ کے لئے باہم لڑنے دیں۔

سنی مسلمان بھائی الیکشن بازی کے ان جھگڑوں میں کسی پارٹی کی طرف کسی قسم کا کچھ بھی حصہ ہرگز نہ لیں۔ اگر کوئی خالص سنی مسلمان متبع شریعت دیندار امیدوار ایسا مل جائے جو کانگریس ویونینسٹ وکمیونسٹ وسوشلسٹ و نیشنلسٹ و احرار و مسلم لیگ و خاکسار اور مرتد عبد الشکور کاکوروی کے نام نہاد یوپی سنی بورڈ اور دیوبندی مرتدین کی گڑھی ہوئی نام نہاد تنظیم اہلسنت وغیرہا جو مجالس شرور و اشرار سے اور مسلم لیگ کے پروگرام و مقاصد کی سو فیصدی علمبردار آل انڈیا سنی کانفرنس سے اور کانگریس کی ہمنوا و طرفدار آل انڈیا مومن کانفرنس سے اور ہر ایسی جماعت سے جو کسی بد مذہب و گمراہ کمیٹی کی حمایت و تائید کیلئے کھڑی ہوئی ہو کھلم کھلا صاف صاف اعلانیہ شرعی و مذہبی طور پر قطعاً اپنے سے علیحدہ و متنفر و بےزار ہونے کا اور اسی ساڑھے تیرہ سو برس والے اسلام قویم اور اہلسنت کے اسی مذہب قدیم کا متبع و پیروکار ہونے کا اعلان شائع کر دے، جسکی ہمارے زمانے کے علماء اہلسنت و مشائخ طریقت حضور پرنور مرشد برحق امام اہلسنت مجدد اعظم دین و ملت مولٰنا الشاہ عبد المصطفٰے محمد احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی و حضور سراپا نور خاتم اکابر

ہند سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قادری برکاتی مارہروی ______ وحضرت جبل الاستقامت کنزالکرامت مولانا وصی احمد محدث سورتی نقشبندی فضل ربانی رضی اللہ تعالی عنہم تحریراً و تقریراً تعلیم و تلقین و تبلیغ فرماتے رہے، وہ خود مسائل شرعیہ کا واقف کار ہو یا کم از کم اسمبلی و کونسل کے اندر اسی مسلک کے معتمد و مستند علمائے اہلسنت کی ہدایات شرعیہ پر اس کی ہر آواز کا دارومدار ہو تو بخوشی اس کو ووٹ دیکر اپنا نمائندہ بناکر اسمبلی و کونسل میں بھجیں۔

اور اگر ایسا شخص امیدواروں میں نظر نہ آئے، نہ کسی ایسے شخص کو امیدواری کیلئے تیار کر سکیں تو سنی مسلمان ہر گز ہر گز کسی اور پارٹی کسی اور کمیٹی کے نمائندے کو ووٹ نہ دیں۔ قانوناً یا مذہباً ہر گز کسی طرح ضروری نہیں کہ خواہ مخواہ کسی نہ کسی کو ضروری ہی ووٹ دیا جائے۔ آجکل عموماً ہر جگہ یہی حالت نظر آرہی ہے کہ ان شرائط کا جامع امیدوار کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ لہذا سنی مسلمان بھائی کسی طرف بھی ووٹ دینے سے بہ حکم شریعت مطہرہ قطعاً باز رہیں۔ پیروئ شریعت مطہرہ و پابندئ مذہب اہل سنت پر بعونہ تعالے و بعون حبیبہ صلی اللہ تعالے علیہ و علی آلہ وسلم مضبوطی و پختگی کے ساتھ ثابت و مستقیم رہیں۔ اللہ تبارک و تعالی توفیق خیر رفیق فرمائے آمین ثم آمین۔

سنیت کسی عیار کی زنبیل کا نام نہیں جس میں لیگی و کانگریسی و یونینیسٹ و صلحکلی وغیرہ ہر سنی کہلانے والے کی سمائی ہے۔ عقیدہ و مذہب سے کام نہیں۔ کلا واللہ جملہ عقیدۂ مذہب اہل سنت کو درست و حق ماننے کا ہی سنیت نام ہے۔ ان مسائل کی تفصیل حضور پرنور مرشد برحق آقائے نعمت اعلیحضرت عظیم البرکت امام اہلسنت مجدد اعظم مولنا الشاہ عبدالمصطفے محمد احمد رضا خاں صاحب قبلہ قادری برکاتی رضی اللہ تعالے عنہ کی کتاب مستطاب بہ نام تاریخی المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد میں ملاحظہ ہو۔

کسی عقیدۂ ضروریہ مذہب اہل سنت کی مخالفت معاذ اللہ جس کسی سے صادر ہو وہ گمراہ بدمذہب مبتدع ہوگا۔ اور کسی عقیدہ ضروریہ دینیہ کی منافات عیاذاً باللہ تعالے جس کسی سے ثابت ہو وہ کافر مرتد بے دین ہوگا، خواہ وہ مسلم لیگی ہو یا خاکساری، کانگریسی ہو یا احراری یا یونینسٹ و کمیونسٹ و سوشلسٹ وغیرہا کسی اور فرقے کا بے دین ناری۔ و العیاذ باالله تعالی و هو الخالق الباری۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو کتاب کامل النصاب مسمی بنام تاریخی تجانب اهل السنته عن اهل الفتنة۔

اور شک نہیں کہ وہابیہ غیر مقلدین و مرزائیہ و قادیانیہ وروافض اثنا عشریہ و اسمعیلیہ آغاخانیہ وملحدین نیچریہ وزنادقہ دہریہ وغیرہم کفار و مشرکین و مرتدین کے ساتھ

محبت و دوستی و وداد ان کی اطاعت و پیروی و انقیاد ان سے گھل مل کر دوستانہ برادرانہ اتحاد و حمایت میں ان پر اعتماد، ان سے مواخات و موالات ان کی توقیر و تعظیم و مدح و ستائش میں مغالات جو یہ کانگریس و مسلم لیگ و آزاد و خاکسار و یونینسٹ و کمیونسٹ واحرار و جمعیتہ الانصار و مومن کانفرنس وغیرہا پارٹیاں کر رہی ہیں اور عوام سے کرا رہی ہیں، ان امور کو روا رکھتے ہوئے ان کا ارتکاب کرتے ہوئے کوئی شخص بھی سنی نہیں رہ سکتا، ملاحظہ ہو حضور پر نور اعلیحضرت قبلہ رضی اللہ تعالے عنہ کی کتاب مبارک مسمی بہ نام تاریخی الطاری الداری لهفوات عبدالباری۔ واللہ و رسولہ اعلم جل جلالہ وصلی اللہ تعالے علیہ وعلیٰ آلہ و سلم۔

فقیر ابوالفتح عبیدالرضا محمد حشمت علی خاں قادری برکاتی رضوی مجددی لکھنوی غفرلہ ولابویہ واہلہ واخوانہ واحبابہ ربہ المولی العزیز القوی، محلہ بھورے خاں پیلی بھیت۔

یوم السبت سادس شہر ربیع الاول المبارک ١٣٦٥ھ

الف و ثلث ماتہ و خمس و ستین من الہجرۃ القدسیہ علی صاحبہا و آلہ الصلاۃ و التحیۃ۔

(فتاویٰ حشمتیہ شریف)

☆☆☆☆☆☆

مذہب حنفی کل کا کل حدیث ہی حدیث ہے

از- حضرت غازئ اہل سنت ضیغم ملت حضرت علامہ مفتی محمد محبوب علی خان قادری رضی المولیٰ عنہ۔

اختصار کے پیش نظر نئے طرز میں کلام کروں۔ اور وہ یہ کہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کے ارشاد قول اور فعل اور تقریر کو حدیث کہتے ہیں۔ اور جمہور محدثین کے نزدیک اسی طرح قول اور فعل اور تقریر صحابہ کو بھی حدیث کہتے ہیں اور اسی طرح قول اور فعل اور تقریر تابعی کو بھی حدیث کہتے ہیں ثبوت میں دیکھئے مقدمہ مشکوۃ شریف حضرت شیخ محقق دہلوی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

اعلم ان الحديث في اصطلاح جمهورالمحدثين يطلق على قول النبي صلى الله عليه وعلى اله وسلم وفعله وتقريره ومعنى التقرير انه فعل احداو قال شئي في حضرته صلى الله عليه وعلى اله وسلم ولم ينكر له ولم ينهه عن ذلك بل سكت وقرر ذلك و كذلك يطلق على قول الصحابي وفعله وتقريره وعلى قول التابعي وفعله وتقريره۔

یعنی جانو کہ یقینا جمہور محدثین کی اصطلاح میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل اور تقریر کو حدیث کہا جاتا ہے اور تقریر کے معنی یہ ہیں کہ کسی نے حضور انور صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم کے حضور میں کوئی فعل کیا، یا زبان سے کوئی کلمہ ادا کیا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ و علی آلہ وسلم نے اس پر انکار بھی نہ کیا اور منع بھی نہیں فرمایا بلکہ سکوت اختیار فرمایا اور سکوت فرما کر اس کو مقرر فرمادیا۔ اور اسی طرح حدیث کا اطلاق حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول اور فعل اور تقریر پر بھی کیا جاتا ہے۔ اور اسی طرح حضرات تابعین کے قول اور فعل اور تقریر کو بھی جمہور محدثین حدیث کہتے ہیں۔ وهكذا فی جواهر الاصول اور جواہرالاصول میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح بیان کیا گیا ہے۔

پھر اصول حدیث میں "نخبۃ الفکر کو بھی بغور دیکھئے اور آخر میں وہابیہ غیر مقلدین کے محدث صدیق حسن قنوجی ثم بھوپالی کی سنئے۔ یہ ہے ان کی کتاب " الحطة في ذكر اصحاب الصحاح الستة" مطبوعہ مطبع نظامی باب اول پہلی فصل میں لکھا ہے:

الحديث في اصطلاح جمهور المحدثين يطلق على قول النبي صلى الله عليه و على اله وسلم وفعله وتقريره ومعنى التقرير انه

فعل احد او قال شئی فی حضرته صلی الله تعالی علیه وسلم ولم ینکره ولم ینهه عن ذلك بل سکت وقررو کذلك یطلق علی قول الصحابي وفعله وتقریره وعلی قول التابعي وفعله وتقریره—

"مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری"

جب قول و فعل و تقریر تابعی کو بھی جمہور محدثین حدیث مانتے ہیں۔ اور یہی دھرم غیر مقلدوں کا ہے جس کا ان کے محدث نے اقرار لکھدیا، تو حضرت سیدنا امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے جملہ اجتہادات اور تمام مستنبطات حدیث ہوئے۔ یعنی مذہب حنفی کل کا کل حدیث ہی حدیث ہے۔ فالحمدللہ رب العلمین۔

اور حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے مسائل مستنبط و مجتہدہ جو قرآن عظیم وحدیث کریم سے آپنے بیان فرمائے ہیں ان کی تعداد آپ کے تلامذہ نے بارہ لاکھ نوے ہزار لکھی بلکہ اس سے بھی زیادہ بتائی ہے۔ اور یہ سب جمہور محدثین کے ارشاد سے حدیث ہیں۔ اور ان میں سے کسی ایک مسئلہ کا بھی اگر وہابی غیر مقلد انکار کرے تو وہابیہ کے ہی محدث قنوجی کے فتوے سے وہ منکر حدیث ہے۔ غیر مقلدو! آنکھیں کھولو اور عظمت ورفعت حضرت امام اعظم اور بلندی اور صحت مذہب حنفی کو دیکھو اور وہابیت و غیر مقلدیت سے سچی توبہ کرکے سنی حنفی بنو۔

اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ مذہب حنفی میں تو امام ابو یوسف و امام محمد و امام زفر رضی اللہ تعالی عنہم کے فتاوی بھی ہیں تو صرف امام اعظم ابوحنیفہ کی تقلید کب ہوئی۔ اس کا جواب مختصر یہ ہے کہ سب ارشادات حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے ہی ہیں۔ "فتاوی ولوالجية" میں ہے: قال ابو یوسف ماقلت قولاً خالفت فیه ابا حنیفة رضي الله عنه الا قولا قد کان قاله۔ یعنی امام ابویوسف نے فرمایا کہ میں نے کسی قول میں حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے خلاف کوئی فتوی نہیں دیا مگر وہ حضرت امام ہی کا پہلا قول تھا۔ اور اسی میں ہے: وعن زفر انه قال ماخالفت ابا حنیفة في شئي الا قد قاله ثم رجع عنه فهذا اشارة الی انهم ماسلکوا طریق الخلاف بل قالوا ماقالوا عن اجتهاد ورأی اتباعاً لما قاله استاذ هم ابو حنیفة رضي الله عنه۔ یعنی امام زفر نے فرمایا کہ میں نے کسی مسئلہ میں حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کا خلاف نہیں کیا مگر حضرت امام اعظم اس کو خود فرما چکے تھے پھر اس سے رجوع کیا۔ تو یہ اشارہ ہے اس طرف کہ وہ حضرات کسی مسئلہ میں حضرت امام اعظم کے خلاف نہیں گئے بلکہ اجتہاد سے بھی انہوں نے اسی کی پیروی کی جو ان

کے استاذ معظم امام اعظم رضی اللہ عنہ فرما چکے تھے۔ اور حاوی قدسی میں ہے: واذا اخد بقول واحد منهم يعلم قطعاً انه يكون به أخذا بقول الامام ابی حنيفة رضی الله عنه فانه روی عن جميع اصحابه من الكبار كابی يوسف و محمد وزفر والحسن بن زياد انهم قالوا ماقلنا في مسئلة قولا الا وهو روايتنا عن ابي حنيفة رضی الله عنه واقسموا عليه ايماناً غلاظاً فاذن لم يتحقق في الفقه جواب ولا مذهب الا له۔
یعنی جب کسی مسئلہ میں کسی کا قول لیا جائے گا تو یقیناً معلوم ہوگا کہ امام اعظم رضی اللہ عنہ کا ہی قول اس نے لیا ہے۔ اس لئے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اکابر تلامذہ جیسے امام ابو یوسف اور امام محمد امام زفر اور امام حسن بن زیاد رضی اللہ عنہم سب فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی مسئلہ میں کوئی قول نہیں بیان کیا مگر وہ روایت ہمارے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ ہی سے ہے۔ اور اس پر ان لوگوں نے سخت قسمیں کھائیں کہ یہ امام اعظم کے ہی اقوال ہیں۔ تو اب کوئی جواب اور مذہب متفق نہ ہوگا۔ مگر امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مذہب، مذہب حنفی۔ یہ ہے مذہب حنفی کی عظمت وشان۔

اور یہ دیکھئے ردالمحتار شامی میں ہے: وروی انه نقل مذهبه نحو من اربعة الاف تفر ولا بد ان يكون لكل اصحابه وهلم جرا۔ یعنی اور مروی ہے کہ حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب مہذب حنفی کو چار ہزار فقہائے کرام نے روایت کیا ہے تو ان چار ہزار کے اور شاگرد اور اصحاب بھی ہونگے۔ اور یہ اصحاب اور شاگرد برابر بڑھتے ہی جائیں گے یعنی مذہب حنفی برابر ترقی پذیر ہی رہے گا اور نورانیت بڑھتی رہے گی۔ فالحمدللہ۔

(قدرومنزلت تقلید)

☆☆☆☆☆☆

حضرت حاتم اصم کے وصایائے مقدسہ (قسط اول)

از- حضرت اطیب العماء مفتی محمد طیب صاحب قادری رضی المولیٰ عنہ۔

حکایت

حاتم اصم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو حضرت شفیق بلخی رضی اللہ عنہ کے مرید و شاگرد تھے اپنے حاصل کئے ہوئے علم سے تینتیس برس میں یہ آٹھ فائدے خلاصہ کر کے فرمایا کہ مجھے اسی قدر علم کافی ہے اور دونوں جہاں میں میری نجات اور خلاصی انہیں آٹھ فائدوں سے بفضلہ تعالیٰ حاصل ہے جب حضرت شفیق نے یہ سنا تو فرمایا کہ اللہ عزوجل کی چاروں کتابوں (قرآن عظیم و انجیل شریف و تورات مبارک و زبور شریف) کا خلاصہ یہی آٹھوں فائدے ہیں جو ان پر عمل کرلے گویا اس نے چاروں خدائی کتابوں پر عمل کرلیا آسانی حفظ کے لئے وہ آٹھوں فائدے آٹھ بیتوں میں مختصر طور پر نظم کئے جاتے ہیں پہلا فائدہ اللہ عزوجل فرماتا ہے اور باقی رہنے والی اچھی باتیں ان کا ثواب تمہارے رب کے پاس بہتر اور وہ امید سب سے بھلی۔

تیری نیکی قبر میں بھی ساتھ دے
یار دنیا کا وہاں کب ہاتھ دے

ضروری تشریح

اس آیت مبارکہ پر اگر بتوفیقہ تعالیٰ ہمارے علمائے کرام و عوام اہل اسلام عامل ہو جائیں تو اپنے یاروں اور دوستوں کے روٹھ جانے کا خیال ان کے دل سے یکسر جاتا رہے اور سمجھ لیں کہ آج جن آشناؤں کو راضی رکھنے کے خیال سے ہم کلمۂ حق کو چھپا رہے ہیں جن کے ناراض ہو جانے کے ڈر سے آج بدمذہبوں بے دینوں کے رد سے ہم سکوت کئے ہوئے ہیں ان میں سے کوئی ہماری قبر میں ہمارا مونس نہ ہوگا۔ قبر میں رفاقت کرنے والے اعمال صالحہ ہیں اور ایمان کے بعد سب سے بڑا عمل صالح یہی ہے کہ فتنوں کے وقت کھلم کھلا حق کہے اور اظہار حق میں اپنے دوستوں اور عزیزوں کے ناراض ہو جانے کی پرواہ نہ کرے۔

دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اور وہ جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہش سے روکا تو بیشک جنت ہی ٹھکانہ ہے۔

نفس کے کہنے پر مت کرنا عمل
اس کی خواہش کی مخالف ہی تو چل

ضروری تشریح

اس ہدایت قرآنیہ پر اگر بفضلہ تعالیٰ ہمارے مسلمان بھائی عامل ہو جائیں تو ہر قسم کے فسق و فجور اور جملہ مخالف شریعت امور کا قطعاً سد باب ہو جائے۔ گناہوں کو انسان کے سامنے نفس امارہ ہی مزین کر کے پیش کرتا ہے اور اتباع شریعت سے اسے ناگواری ہوتی ہے بلکہ جملہ کلمہ گو بد مذہبان بھی اسی نفس امارہ کی پیروی میں مبتلا ہو کر گمراہ و بذہب ہو گئے۔ نفس امارہ ہی یہ فریب دیتا ہے کہ سب بد مذہبوں بے دینوں مرتدوں سے علیحدگی و نفرت میں تکلیف و مشقت اور حدود شرعیہ سے آزادی میں عیش و راحت ہے۔

تیسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ہم نے ان میں ان کی زندگی کا سامان دنیا کی زندگی میں بانٹا۔

روزی کی قسمت ازل میں ہو چکی
بے ملال اس پر تو رہ راضی خوشی

ضروری تشریح

جو لوگ روزی روٹی کی خاطر خلاف شریعت امور کا ارتکاب کرتے ہیں یا پیٹ کی خاطر وہابیہ، قادیانیہ، نیچریہ، چکڑالویہ اور روافض و خوارج وغیرہم کی ناپاک کمیٹیوں میں گھستے ہیں ان سے خلا ملا رکھتے ہیں یا روٹی کے لئے ان پر کھلم کھلا رد کرنے سے سکوت کرتے ہیں ان کو اس ہدایت قرآنی سے سبق حاصل کرنا چاہئے بحکم قرآنی روزی تو اسی قدر ملے گی جو ازل میں مقدر ہو چکی پھر اس کے لئے شریعت مطہرہ کی نافرمانی کرنا پرلے سرے کی نادانی اور بھول ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ کسی کو غنی کیا، کسی کو فقیر، کسی کو قوی، کسی کو ضعیف، مخلوق میں کوئی ہمارے حکم بدلنے اور ہماری تقریر سے باہر نکلنے کی قدرت نہیں رکھتا تو جب دنیا جیسی قلیل چیز میں کسی کو مجال اعتراض نہیں تو نبوت جیسے منصب عالی میں کیا کسی کو دم مارنے کا موقع ہے۔ ہم جسے چاہتے ہیں، غنی کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں مخدوم بناتے ہیں۔ جسے چاہتے ہیں نبی بناتے ہیں جسے چاہتے ہیں امتی بناتے ہیں۔ امیر کیا کوئی اپنی قابلیت سے ہو جاتا ہے، ہماری عطا ہے جسے جو چاہیں دیں۔

چوتھا فائدہ: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

پیش حق تقویٰ کا عزت نام ہے
قوم و مال و جاہ سب ناکام ہے

ضروری تشریح

آج دنیا میں زیادہ تر قومیت اور وطنیت کے جذبے پھیلائے جارہے ہیں اور انہیں دونوں قومی و وطنی مصیبتوں کے ماتحت نہایت سرعت کے ساتھ بدمذہبی اور بیدینی پھیلائی جارہی ہے مومن کانفرنس کپڑا بننے والوں کی، جمعیتہ القریش، قصابوں کی، جمعیتہ المنصور روئی دھنکنے، والوں کی، جمعیتہ الراعین سبزی فروشوں کی، جمعیتہ الادریسیہ درزیوں کی، افغان کانفرنس پٹھانوں کی، وغیرہ وغیرہ تمام قومی کانفرنسیں اسی جذبۂ قومیت کے ماتحت وجود میں لائی گئیں۔

پھران میں اصول یہ رکھے گئے کہ اپنے قوم کا فرد کہلانے والا سنی ہو یا وہابی دیوبندی ہو یا قادیانی، نیچری ہو یا چکڑالوی وہ بے تکلف اس قومی کانفرنس کا ممبر ہو سکتا ہے اور کیسا ہی زبردست سنی صالح متقی مسلمان ہو لیکن اپنی قوم کا، فرد نہ کہلاتا ہو تو اس کو اس قومی کانفرنس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچایا جاسکتا ہے اسی بنا پر مختلف اقوام کے سنی مسلمانوں کے درمیان نفرت کے جذبات پیدا کیے گئے اسلامی اخوت کے رشتے منقطع کئے گئے اور اپنی قوم کا، فرد کہلانے والے بد مذہبوں کو قومی کانفرنس میں داخل کرکے ان کو بدمذہبی و بیدینی پھلانے کے موقعے دیئے گئے۔ جذبۂ وطنیت ہی کے ماتحت مسلمان کہلانے والے اسی جذبۂ وطنیت ہی کا مقتضی ہے کہ تحریک فلسطین میں عربوں نے غیر وطنی یہودیوں سے تو مقابلہ کیا مگر اپنے وطن کے عرب عیسائیوں کے ساتھ اتحاد واتفاق منایا۔ اسلام نے دنیا بھر کے تمام غلامان مصطفی علیہ وعلیٰ آلہ التحیۃ والثناء کو ایک قوم ایک امت قرار دیا تھا، اسلام نے تمام اوطان و ممالک میں اعلائے کلمۃ اللہ واشاعت دین اسلام کے لئے مسلمان کو بقدر وسعت و طاقت پھیل جانے کا حکم دیا تھا۔ دوسرے ممالک والوں سے ہم کیا کہیں اللہ تعالیٰ ہی ان کو ہدایت فرمائے! آمین۔ ہمارے ہی ملک کے تمام اقوام کے جملہ مسلمانان اہل سنت اس فرمان ربانی پر اعتقاد رکھتے ہوئے اسی کے مطابق اپنا عمل کرلیں تو ابھی ہندوستان میں کایا پلٹ سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ ھو الموافق۔ مسئلہ کفایت میں شریعت مطہرہ نے اہل عجم کے لئے قوموں اور پیشوں کا ضرور اعتبار فرمایا ہے مگر صرف اس لئے کہ نکاح کے سے دو اجنبی مرد عورت کے باہم منسلک ہونے کے نازک ترین رشتہ پر اس عجمی عرف سے کوئی اثر نہ پڑے اسی طرح شریعت مطہرہ نے خلافت کو قریش کے ساتھ خاص رکھا کہ اسی مبارک قبیلے میں حاکم دارین خلیفہ رب العالمین نائب احکم الحاکمین صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔ یوہیں شریعت پاک نے بنی ہاشم پر زکات و دیگر صدقات واجبہ کو حرام ٹھہرایا ہے اس لئے کہ مال کا یہ میل اس دودمان عالی شان کے لائق

نہیں اسی طرح احادیث کریمہ نے سادات کرام کو تمام قوموں میں سب سے افضل بتایا اس لئے کہ ان کی رگوں میں حضور اکرم سید الطاہرین صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم کا پاک مبارک خون جاری وساری ہے مگران مسائل کا یہ مفاد ہرگز نہیں کہ تنہا نسب و قومیت بغیر ایمان کے کار آمد ہے۔ تقوے کا سب سے پہلا درجہ کفر وشرک وارتداد سے احتراز ہے توجو شخص معاذ اللہ کافر یا مرتد ہو اس کو اس کی ہاشمیت یا قریشیت یا ادعائے سیادت عند اللہ کچھ نافع نہیں۔ نیز ان مسائل کا یہ مقتضی بھی ہرگز نہیں کہ اپنے نسب یا اپنی قوم پر فخر کریں اور دوسری قوم والوں کو اگرچہ وہ سچے پکے مسلمان سنی صالح ہوں ذلیل و رزیل سمجھیں والعیاذ باللہ تعالٰی۔

(حضرت حاتم اصم کے وصایائے مقدسہ)

☆☆☆☆☆☆

حضور بدر ملت کے چند خطوط

از۔ حضور بدر ملت علامہ بدرالدین احمد رضوی رضی المولیٰ عنہ۔

بشرف گرامی! امام المناظرین غیظ المنافقین حضور شیر بیشۂ اہلسنت مظہر سرکار اعلیحضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ حشمت علی خاں صاحب قبلہ قادری رضوی پیلی بھیتی قدس سرہٗ العزیز۔

۹۲/۷۸۶

از براؤں شریف

رجب المرجب ۱۳۷۸ھ

مطابق ۱۹ جنوری ۱۹۵۹ء

حسب ارشاد:۔

حضور سیدی شاہ صاحب قبلہ

ازقلم: بدرالدین احمد قادری رضوی

حضرت اقدس قبلہ! مزاج سلامی!

السلام علیکم

مؤدبانہ عرض یہ ہے کہ حضرت سیدی شاہ صاحب قبلہ کا مزاج مبارک ان دنوں بہت ناساز تھا۔ چنانچہ علاج کے سلسلے میں حضرت قبلہ فیض آباد پہونچے اور لکھنؤ کے ارادے سے ردولی شریف تک پہونچے زمرد گنج کے ایک مرید سے معلوم ہوا کہ حضرت شیر بیشۂ سنت قبلہ رودولی کے عرس میں شرکت فرمائیں گے۔ اور جناب قمر الدین صاحب نے بتایا کہ حضرت شیر بیشۂ سنت قبلہ کی شرکت حتمی اور یقینی ہے۔ حضرت قبلہ کو بڑی امید تھی کہ حضور سے ملاقات ہوگی اور بیان بھی سننے میں آئے گا۔ لیکن معلوم نہیں کیوں حضرت عرس میں شرکت نہ فرماسکے۔ پھر رودولی سے حضور شاہ صاحب قبلہ فیض آباد تشریف لائے اور وہاں ڈاکٹر مصرا سول سرجن نے تشخیص کی اور بتایا کہ حضرت کے خون مبارک کی حدت ۹۰ پائنٹ تک پہونچ چکی ہے اور جب تک ۶۰ پائنٹ تک نہ ہوگی طبیعت ٹھیک نہ ہوگی چانچہ اس نے دوا دی۔ اور پرہیز بہت سخت بتایا ہے۔ یہاں حضور اس وقت صرف ساگ روٹی پر اکتفا کیے ہیں۔ کمزوری زیادہ بڑھی ہوئی ہے۔ وہاں سے حضور ڈھلمئو تشریف لے گئے اور مدرسے کی عمارت بننے کا انتظام فرمایا کیونکہ امسال شوال ۷۸ھ ہی سے انشاء المولی تعالی عربی درس گاہ کا افتتاح ہو جائے گا۔ پھر ڈھلمئو شریف ایک ہفتہ قیام کر کے حضرت فیض آباد تشریف لائے اور ڈاکٹر مصرا کو بلوایا۔ اس نے بذریعہ آلہ حضرت کے جسم

مبارک کا معائنہ کیا اور بتایا کہ اس وقت دوران خون ۷۰ پائنٹ پر ہے اور بفضلہ تعالی وبعون حبیبہ علیہ التحیۃ والثناء دوا کام کر رہی ہے اس نے پندرہ دن کی دوا دی ہے اور کہا کہ دو ہفتہ کے بعد پھر ملیے۔ پھر فیض آباد سے حضور قبلہ براؤں شریف تشریف لائے اور دو ہفتہ یہاں قیام فرمایا اور آج انشاءالمولی تعالی فیض آباد کو روانہ ہو جائیں گے۔

کل ۱۸ جنوری ۱۹۵۹ء کی ڈاک سے گوشائیں گنج کے محبوب صاحب کا ایک کارڈ جو بنام محمد یوسف وضیاء اللہ سوداگران چرم نان پارہ تھا یہاں آیا جس کو محمد یوسف صاحب نے بھیجا ہے۔ محبوب کا خط بعینہٖ نقل ہے۔

بخدمت بھائی ضیاء اللہ محمد یوسف سوداگران چرم بعد السلام علیکم واضح ہو کہ آپ کا خط بلٹی ملا۔ بڑی مسرت ہوئی واضح ہو کہ ہمارے یہاں ۱۹، ۲۰ فروری ۱۹۵۹ء کو جلسہ ہوگا اور اس جلسہ میں دیوبندی اور ہم لوگ کے مولانا کا مقابلہ ہے اور اندیشہ ہے کہ اہل سنت وجماعت اور وہابی کا مناظرہ ہو جائے لہذا اس جلسہ میں حضرت شیر بیشۂ سنت مولانا محمد حشمت علی خاں صاحب قبلہ کی شرکت کرنا ضروری ہے۔ اس لیے آپ تکلیف گوارہ کر کے یہ خط حضرت شاہ صاحب قبلہ کے پاس پہونچا دیجئے اور حضرت شیر بیشۂ اہلسنت قبلہ کو تاریخ مقررہ پر آجانا ضروری ہے کوشش کر کے بلوادیویں کہ وہ ضرور آویں اور یہ بھی لکھیں کہ مولانا کا سفر خرچ کہاں روانہ کیا جاوے میں بڑی عاجزی سے لکھ رہا ہوں کہ یہ کام ضرور کر دیویں یہ مذہب کا معاملہ ہے۔

مولی عزوجل کا شکر ہے کہ گوشائیں گنج میں خالص سنیت کی تبلیغ کی تڑپ لوگوں میں پیدا ہو رہی ہے محبوب اور ماسٹر محبت صاحبان اپنے آدمی ہیں گوشائیں گنج کی کثیر آبادی سنیوں کی ہے لیکن گول تقریر کرنے والوں نے اب تک انھیں دھوکے میں رکھا تھا لیکن اب بحمدہ تعالی باطل کا پردہ چاک ہونے والا ہے۔

حضرت کی تو عادت کریمہ قدیمہ یہی رہی کہ جہاں بھی مناظرہ کی ضرورت آئی تو حضرت نے مقررہ جلسوں کی تاریخیں ملتوی فرمادیں ہیں اس لیے امید ہے کہ ۱۹، ۲۰ فروری ۱۹۵۹ء کی تاریخ گوشائیں گنج کے لیے منظور فرمائیں گے تاکہ وہاں خالص سنیت کے پھلنے اور پھولنے کا موقع حاصل ہو۔

حضور سیدی شاہ صاحب کی تمنا ہے کہ وہ جہاں بھی رہیں گے لیکن مناظرہ کی تاریخ میں انشاءالمولی تعالی گوشائیں گنج پہونچیں گے۔

مکرر آں کہ حضور محبوب کو بھی اطلاع عطا فرمائیں گے پتہ پشت پر درج ہے۔ محبوب صاحب کلاتھ مرچنّٹ، پوسٹ مقام گو شائیں گنج ضلع فیض آباد۔

حضور سیدی شاہ صاحب قبلہ کی جانب سے حضور قبلہ کی خدمت مبارکہ میں سلام پیش ہے۔ اور اس سگ بارگاہ رضوی کی جانب سے عرض ہے کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ کی صحت اور تندرستی بہت کمزور ہو چکی ہے۔ حضور دعا فرمائیں کہ رب کریم اپنے محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے صدقے میں کرم فرمائے۔

اس سگ بارگاہ رضوی کی ایمانی تمنا ہے کہ ایک بار بھی زندگی میں حضرت شیر بیشۂ سنت قبلہ کی خدمت میں رہ کر مناظرہ کا دیکھنا نصیب ہو جاتا تو آئندہ بے دینوں سے مقابلہ کرنے کے لیے کچھ درس حاصل ہو جاتا۔

بدرالدین احمد قادری رضوی دستِ بستہ ہو کر امام المناظرین کی بارگاہ میں عقیدت کا سلام پیش کرتا ہے ــــــ فیض الادب حصہ دوم مرتب کر چکا ہوں جس کے آخر میں حضور اعلیحضرت قبلہ کی مختصر سوانح عمری عربی زبان میں لکھ کر شامل کی ہے تاکہ طلبۂ اہلسنت اپنے چودھویں صدی کے مجدد اعظم کے مبارک نام اور مقدس زندگی سے آگاہ ہوں لیکن ابھی اس کے چھپنے کا انتظام نہ ہو سکا ہے۔

حاضرین کو سلام عرض ہے۔ عزیزم بابو مشاہد رضا اور حضرت مولانا وجیہہ الدین صاحب قبلہ کو سلام عرض ہے۔ ایک عدد فیض المنطق بذریعہ بک پوسٹ روانہ ہے عزیزم مولانا مشاہد رضا صاحب ملنے پر اطلاع فرمائیں۔

کفش بردار اور قدم بوس

بدرالدین احمد رضوی براؤں شریف۔

(ضلع بستی یوپی)

از براؤں شریف

ذی القعدہ ۱۳۷۸ھ

۲۳ مئی ۱۹۵۹ء

مخدومنا المعظم وقدوتنا المکرم!

مزاج سامی!

السلام علیکم

مؤدبانہ گزارش ہے کہ متعدد معروضات پیلی بھیت کے پتے پر حضرت کی خدمت میں میں نے ارسال کیے۔ لیکن عدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے مجھے جواب عطا نہ ہوا۔ حضرت کی تصنیف جو المہند کی رد میں ہے وہ اس وقت کہاں ملے گی ہم اس کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں۔ فیض الادب حصہ دوم اس وقت لکھنؤ میں زیر طبع ہے۔ حصہ دوم کے آخر میں حضور اعلیحضرت امام احمد رضا رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی مختصر سوانح عمری بھی عربی زبان میں لکھ کر شامل کردی ہے۔ میں امید کرتاہوں کہ فیض الادب اول، دوم سنی طلبہ کے لیے بہت مفید ثابت ہوگی انشاء المولی العزیز ثم شاء حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ حضرت کے تحت اشراف جو مدارس ہیں ان میں یہ دونوں کتابیں جاری فرمانے کا حکم فرمائیں۔ فیض المنطق حضرت کی خدمت میں پہلی بھیت کے پتے پر بھیج چکاہوں غالباً وصول ہوئی ہوگی۔ ــــ صدرالدین برادر زادے خدمت میں حاضر ہو رہے ہیں وہ کچھ معروضات پیش کریں گے۔ امید ہے کہ انہیں باریابی کا موقع دیا جائے گا۔ حضرات علمائے کرام کی خدمت میں مؤدبانہ سلام پیش ہے۔

فقط والسلام

بدرالدین احمد قادری رضوی

دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف

(ضلع بستی، یوپی)

(مکتوبات بدر ملت)

☆☆☆☆☆☆

مغل شہزادی بارگاہ غریب نواز میں

از- علامہ ارشدالقادری رحمہ اللہ۔

کشور ہند میں حضرت خواجہ کا روضۂ پر نور دلوں کا مرکز عشق ہے، جملہ اقطار ارض سے شوق کے قافلوں کا وہ ہر دور میں کعبۂ مقصود رہا ہے۔ آج بھی ہندی مسلمانوں کا وہ قبلۂ آرزو ہے۔ بلا تفریق مذہب وملت حضرت خواجہ کے سنگ آستاں پر سب کی گردن عقیدت خم رہی ہے، آج بھی خم ہے اور قیامت تک خم رہے گی۔ غریب وامیر، نیک وبد ،عالم و جاہل، سالک و مجذوب، حاکم و محکوم ،شاہ و گدا، سرمست و ہوشیار......... یکساں طور پر سب کے لیے خواجہ کا آستانہ دل کی تسکین، روح کی کشش اور پیشانیوں کی تسخیر کا گھوارہ رہا ہے۔ مسلم بادشاہوں سے لے کر برطانوی فرماں رواؤں تک سب نے حضرت خواجہ کی عظمتِ خداداد کے آگے عقیدتوں کا خراج پیش کر کے ان کی معنوی حکومت کے ساتھ اپنی وفاداری کا ثبوت دیا۔

صفحات میں گنجائش نہیں ہے ورنہ کشور ہند کے ایک تاجدار وفرماں روا کی پیشانی پر حضرت خواجہ کے سنگ آستاں کا غبار دکھا کر بر صغیر ہند کے حقیقی اقتدار کی نشاندہی کرتا۔

صرف مثال کے طور پر سلطنت مغلیہ کے ایک عظیم فرماں رواشاہجہاں بادشاہ اوراس کی بیٹی شہزادی جہاں آرا بیگم کی رقت انگیز حاضری کا ایک واقعہ نقل کرتا ہوں جسے خود اپنے قلم سے شہزادی نے کتاب "مونس الارواح" میں تحریر کیا ہے۔

شہزادی جہاں آراء بیگم کی حاضری

"میں بتاریخ ۸ شعبان المعظم کو والد بزرگوار کے ہمراہ آگرہ سے اجمیر کے لیے روانہ ہوئی اور ۱۷ رمضان المبارک ۱۰۵۲ ہجری کو وہاں پہنچ کر زمیں بوس ہوئی۔ اس تمام عرصے میں میرا معمول یہ رہا کہ ہر منزل پر دو رکعت نماز نفل ادا کرنے کے بعد سورۂ یٰسین اور سورۂ فاتحہ نہایت اخلاص و عقیدت کے ساتھ پڑھ کر اس کا ثواب حضرت خواجہ کی روح اطہر کی نذر کرتی رہی۔ کچھ دنوں تک آنا ساگر کی عمارت میں قیام رہا۔ اس دوران بپاس ادب کبھی پلنگ پر نہیں سوئی اور نہ روضۂ اقدس کی طرف کبھی پاؤں اور پشت کیا۔ دن بھر درختوں کے سائے میں گذار دیتی۔ آنحضرت کی برکت اوراس سرزمین کے فیضان سے قلب وروح میں ایک عجیب وغریب سروراور ذوق وشوق کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ اس عظیم الشان نعمت کے شکرانے میں ایک شب میں نے میلادالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل

آراستہ کی اور خوب چراغاں کیا۔ روضۂ سرکار کی خدمت و زینت کے لیے جو کچھ ملا اور ملے گا اس میں کمی نہیں کروں گی۔

خدائے برتر کا ہزار ہزار شکر کہ جمعرات کے دن تاریخ ۲۰/رمضان المبارک حضرت پیر دستگیر خواجۂ کونین کے مزار اقدس کی زیارت نصیب ہوئی۔ ایک پہر دن رہ گیا تھا کہ حاضر بارگاہ سعادت پناہ ہوئی۔ گنبد شریف میں حاضر ہو کر دیوانہ وار سات بار مزار پاک کے گرد گھومتی رہی۔ بعدازاں اپنی پلکوں سے جاروب کشی کی سعادت حاصل کی۔ مرقد انور کی خاک وخوشبو کو سرمہ چشم بنایا۔اس سے دل پر جو ذوق وشوق کی کیفیت طاری ہوئی وہ تحریر میں نہیں آسکتی ۔ غایت شوق کے عالم میں سراسیمہ ہو گئی۔کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ خود کو کیا کروں اور کیا کہوں۔القصہ میں نے قبر شریف پر عطر اپنے ہاتھوں سے ملا اور چادر گل جو میں اپنے سر پر رکھ لائی تھی، مزار شریف پر پیش کیا۔ بعدازاں سنگ مرمر کی مسجد میں آکر نماز ادا کی۔ یہ مسجد دو لاکھ چالیس ہزار روپے صرف کر کے والد بزرگوار (شاہجہاں) نے تعمیر کروائی ہے۔

پھر گنبد مبارک میں بیٹھ کر سورہ یٰسین و سورۂ فاتحہ کی تلاوت کر کے اس کا ثواب روح پر فتوح کو پیش کیا۔ مغرب تک وہاں حاضری رہی اور آنحضرت کے یہاں شمع روشن کر کے جھالرہ شریف کے پانی سے روزہ افطار کیا۔]

شہزادی جہاں آراء بیگم کی آپ بیتی اور دل کے تاثرات کا یہ حصہ انتہائی رقت انگیز ہے۔ اسے پڑھ کر ایک عجیب سرور حاصل ہوتا ہے۔ امیر کشور ہند کی لاڈلی بیٹی کی ذرا خوش عقیدگی ملاحظہ فرمایئے لکھتی ہے:

[عجیب شام تھی جو صبح سے بہتر تھی کتنی فرخندہ رات تھی، جس پر کئی بار دن کا اجالا نثار کیا۔ حضرت خواجہ کے جوار میں سپیدۂ سحر نہیں طلوع ہوتا تھا، بلکہ نامرادیوں کے اندھیرے میں فیروز بختی کی کرن پھوٹ پڑتی تھی۔

اگرچہ اس متبرک مقام اور اس گہوارۂ فیض سے گھر واپس آنے کو جی نہیں چاہتا تھا مگر مجبور تھی اگر خود مختار ہوتی تو ہمیشہ اسی گوشۂ جنت میں کہیں اپنا آشیانہ بنالیتی۔ نا چار روتی ہوئی اس درگاہ رحمت سے رخصت ہو کر گھر آئی۔ تمام رات بیقراری میں گزاری صبح کو جمعہ کے دن والد بزرگوار کے ہمراہ آگرہ کے لیے روانہ ہو گئی۔]

(شخصیات)

☆☆☆☆☆☆

فرض اعظم مع فوائد

از- نبیرۂ مظہر اعلی حضرت شہزادۂ شیر ہندوستان علامہ مفتی محمد عنادل رضا صاحب قبلہ حشمتی دامت برکاتہم۔

(اعلی حضرت سرکار رضی المولیٰ عنہ فرماتے ہیں)

جب کوئی گمراہ بددین رافضی ہو یا مرزائی، وہابی ہو یا دیوبندی وغیرہم خذلهم الله تعالى اجمعين مسلمانوں کو بہکائے فتنہ و فساد پیدا کرے تو اس کا دفع اور قلوب مسلمین سے شبہات شیاطین کا رفع فرض اعظم ہے جو اس سے روکتا ہے "يصدون عن سبيل الله ويبغونها عوجا" میں داخل ہے کہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں۔ اور خلافت کمیٹی کا حیلہ اللہ کے فرض کو باطل نہیں کرتا، نہ شیطان کے مکر کو دفع کرنے سے روکنا شیطان کے سوا کسی مسلمان کا کام ہو سکتا ہے، جو ایسا کہتے ہیں اللہ عزوجل اور شریعت مطہرہ پر افتراء کرتے ہیں مستحق عذاب نار و غضب جبار ہوتے ہیں، ادھر ہندو سے وداد اتحاد منایا، ادھر روافض و مرزائیہ وغیرہم ملاعنہ کا سد فتنہ ناجائز ٹھہرایا غرض یہ ہے کہ ہر طرف سے ہر طرح سے اسلام کو بے چھری حلال کر دیں اور خود مسلمان بلکہ لیڈر بنے رہیں "والله لا يهدى القوم الظلمين" - مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسے گمراہوں، گمراہ گروں، بے دینوں کی بات پر کان نہ رکھیں۔

ان پر فرض ہے کہ روافض و مرزائیہ اور خود ان بے دینوں یا جس کا فتنہ اٹھتا دیکھیں سد باب کریں، وعظ علماء کی ضرورت ہو وعظ کہلوائیں، اشاعت رسائل کی حاجت ہو اشاعت کرائیں۔ حسب استطاعت اس فرض عظیم میں روپیہ صرف کرنا مسلمانوں پر فرض ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں: لما ظهرت الفتن اوقال البدع فليظهر العالم علمه ومن لم يفعل ذالك فعليه لعنة الله والملئكة والناس أجمعين لا يقبل الله منه و صرفا ولا عدلا۔ جب ظاہر ہوں فتنے یا فساد یا بدمذہبیاں اور عالم اپنا علم اس وقت ظاہر نہ کرے تو اس پر اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی لعنت ہے، اللہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

جب بدمذہبوں کے دفع نہ کرنے والوں پر یہ لعنتیں ہیں تو جو خبیث ان کے دفع کرنے سے روکے اس پر کس قدر اشد غضب و لعنت اکبر ہو گی۔

وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون - والله تعالى اعلم۔

(فتاوی رضوی شریف، جلد ۲۱ صفحہ ۲۵۶)

قارئین کرام مذکورہ بالا فتوئ مبارکہ میں شروع کے جملوں کو پھر سے پڑھیں کہ جب کوئی گمراہ بددین رافضی ہو یامرزائی، وہابی ہو یا دیوبندی وغیرہم خزلھم اللہ تعالی اجمعین مسلمانوں کو بہکائے فتنہ وفساد پیدا کرے تواس کادفع اور قلوب مسلمین سے شبہات شیاطین کارفع فرض اعظم ہے، یعنی دشمنان دین کارد فرض اعظم ہے۔ مگر آج کل کی عجب بوالعجبیاں ہیں، زبان پر اعلی حضرت، اعلی حضرت کی رٹ بھی مسلک اعلی حضرت پر عمل کا دعویٰ بھی اور رد وہابیہ و دیابنہ سے چڑھ بھی۔ خاص طور سے ایک تنظیم ہے جو سنت، سنت کی رٹ لگاتی پھرتی ہے، اعلی حضرت کے فتاویٰ کو ماننے کا دعوی بھی کرتی ہے مگر پھر بھی اس فرض اعظم سے روکتی نظر آتی ہے اس تنظیم کے امیر صاحب اپنی نام نہاد دعوتِ اسلامی کے منشور میں لکھتے ہیں "بیان میں باطل فرقوں کا رد ہو نہ تذکرہ صرف ضرورتاً مثبت انداز میں اپنے مسلک حقہ کا اظہار ہو"۔

ذرا کوئی پوچھے ان ڈھونگیوں سے کہ فرض کے چھوڑنے والے کی نفل قبول ہے سنت توفرض کی تکمیل کے لیے ہوتی ہے۔ اور یہاں سرے سے فرض ہی نہیں بلکہ فرض اعظم پرپابندی عائد ہورہی ہے۔

دورنگی چھوڑدے یک رنگ ہوجا
سراسر موم ہوجایاسنگ ہوجا

اور ساتھ ہی ساتھ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت مجد اعظم دین وملت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فتاویٰ مبارکہ کے ان جملوں کو بھی غور سے پڑھتے چلیں خلافت کمیٹی کا حلیہ اللہ کے فرض کو باطل نہیں کرتانہ شیطان کے مکر کو دفع کرنے سے روکنا شیطان کے سوا کسی مسلمان کا کام ہو سکتا ہے جو خبیث ان کے دفع کرنے سے روکے اس پر کس قدر اشد غضب و لعنت اکبر ہوگی نیز اسی مبارک فتویٰ میں مذکور حدیث پاک پڑھ کر خوب اچھی طرح غور و فکر کرلیں کہ ایسے لوگوں کا خواہ نام نہاد دعوتِ اسلامی والے ہو فرض و نفل قبول ہونا تو بہت بعد کی بات ہے ایسوں پر لعنتیں نازل ہوتی ہے (والعیاذ باللہ)

حق سے بد ہو کہ زمانہ کے بھلا بنتا ہے
ارے میں خوب سمجھتا ہوں معما تیرا

ردوہابیہ کے فائدے

شرعۃ الاسلام میں ہے، یعنی سلف صالح کا طریقہ بد مذہبوں سے کنارہ کشی ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا گمراہوں، بدمذہبوں، کے پاس نہ بیٹھو کہ ان بلا کھجلی کی طرح اڑ کر لگتی ہے۔ نبی صلی اللہ

تعالیٰ علیہ و علی آلہ وسلم نے قدریوں کو ابتدا بسلام کرنا اور ان کی بیمار پرسی کرنا اور ان کے جنازے پر جانا اور بد مذہبوں کی بات سننا منع فرمایا۔ جہاں تک سخت بات سے ہو سکے انہیں جھڑکے اور جس قدر ذلیل کر کر سکے انہیں ذلیل کرے کہ حدیث شریف میں ہے جو کسی بدمذہب کو جھڑکے اللہ تعالیٰ اس کا دل امن و امان سے بھر دے اور جو کسی بدذہب کو ذلیل کرے اسے روز قیامت اس بڑی گھبراہٹ سے اللہ تعالیٰ امان بخشے۔

مسلمانان اہل سنت سلمہم ربہم غور و انصاف فرمائیں کہ جب ان بدمذہبوں کے متعلق جو حد کفر تک نہیں پہنچے یہ حکم شرعی ہے کہ ان کو ابتداءً سلام نہ کیا جائے، وہ بیمار پڑیں تو ان کو دیکھنے جانا جائز نہیں، وہ مر جائیں تو ان کے جنازے پر جانا جائز نہیں، ان کی بات سننا جائز نہیں، ان کے پاس بیٹھنا جائز نہیں، جہاں تک استطاعت ہو ان کو سختی کے ساتھ جھڑکا جائے، جس قدر اپنی قدرت میں ہو ان کی اہانت کی جائے تو وہ بدمذہبان زمانہ جن کی بدمذہبیاں حد کفر وارتداد تک معاذاللہ پہنچی ہوئی ہے۔ جیسے نیچریہ و چکڑالویہ و مرزائیہ قادیانیہ و لاہوریہ و خاکساریہ مشرقیہ و وہابیہ دیوبندیہ وغیرہ مقلدین زمانہ وروافض اثنا عشریہ قائلین تحریف قرآن و معتقدین افضیلت ائمہ بر انبیاء وروافض آغاخانیہ وہابیہ وبہائیہ اعاذنا اللہ رب البریة و جميع أهل السنة من عقائدهم الكفرية - ان کے ساتھ سلام کلام کرنا میل جول رکھنا الفت و محبت برتنا، ان کو پیشوائے دین و مقتدائے مسلمین بنانا، ان سے یارانے، دوستانے، برادرانے منانا، ان کے ساتھ وداد واتحاد رچانا، ان کو مسلمانوں سے اونچا کھڑا کر کے عوام مسلمین کو ان کا خیر خواہ اسلام و مسلمین ہونا باور کرانا، ان کے لیکچر ان کی اسپیچیں بھولے بالے مسلمانوں کو سنانا، ان کی عزت وعظمت کے گیت گانا، ان کے لیے زندہ باد کے نعرے لگانا اور اس طرح سیدھے سادے عوام اہل سنت کے قلوب میں خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وسلم کے دشمنوں پد گویوں کی وقعت و محبت والفت وعظمت جمانا بحکم شریعت مطہرہ کیسا سخت اشد حرام و سبب قہر عزیز ذی انتقام وغضب مقتدر علام ہو گا۔

ردوہابیہ سے شفا حاصل ہوتی ہے

حدیث پاک میں ہے یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حسان سے فرماتے سنا کہ روح القدس جبریل علیہ السلام تیری تائید فرماتے ہیں جب تک تو اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی الہ وسلم کی جانب سے ان کے دشمنوں کے ساتھ مخاصمت ومدافعت کرتا رہتا ہے۔ اور فرمایا کہ میں نے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ علی الہ وسلم کو فرماتے سنا کہ حسان نے کافروں

مشرکوں کے عیوب، ان کی برائیوں کا بیان کیا تو مسلمانوں کو اس نے شفاء دی اور اپنے آپ بھی شفاء حاصل کی۔ رواہ مسلم عن أم المؤمنين الصديقه رضى الله تعالى عنها—

فائدہ: اس مبارک حدیث سے معلوم ہوا کہ کافروں، مرتدوں، بدمذہبوں کے عیوب ونقائص بیان کرنے سے ایمان والوں کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ روحانی جسمانی بیماریاں دور ہوتی ہیں کیونکہ دافع البلاء والوباصلی اللہ تعالی علیہ وعلی الہ وسلم الی یوم الجزاء کے دشمنوں بدگوئیوں کا ردو طرد ہے۔ فالحمدلله على ذالک۔

ردوہابیہ کرنے والوں کو صدقہ کا ثواب

حضور سیدنا نعمت اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: یعنی جو ایمان دار میرا امتی دولت دنیا نہ رکھتا ہو کہ صدقہ کرے تو اس کو چاہئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے دشمنوں یہود پر لعنت کیا کرے۔ رواه الديلمي في مسند الفردوس عن كنوز الحقائق للإمام المناوى رحمة الله تعالى۔

فائدہ: یعنی نادار مسلمان اگر یہود وامثالہم (وہابی دیوبندی اور رافضی مرتدین وغیرہم) خدا اور سول کے دشمنوں پر لعنت کرتا ہے تو اس مسلمان کو صدقہ کا ثواب ملے گا۔

فضائل صدقہ

حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں:

(بیشک صدقہ رب عزوجل کے غضب کو بجھاتا اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔ اسے ترمذی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا، ترمذی نے اس کی تحسین کی۔)

(فتاوی رضوی شریف مترجم جلد ۲۳ ص ۱۳۷)

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم (صدقہ ستر (۷۰) بلا کو روکتا ہے جن کی آسان تر بدن بگڑنا اور سپید داغ ہیں (والعیاذ باللہ تعالی اسے خطیب نے انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا۔)

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالی علیہ والہ وسلم:
(صبح تڑکے صدقہ دو کہ بلا صدقہ سے آگے قدم نہیں بڑھاتی (اسے طبرانی نے امیر المومنین علی اور بیہقی نے انس رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کیا۔)

(روح ایمان شریف)

☆☆☆☆☆☆

جب اس سے کہا جائے توبہ کر!

اے عزیز ! آدمی کو اس کی آنانیت نے ہلاک کیا، گناہ کرتا ہے، اور جب اس سے کہا جائے توبہ کر، تو اپنی کسر شانِ سمجھتا ہے۔ عقل رکھتا تو اصرار میں زیادہ ذلّت و خواری جانتا۔

یا ھٰذا۔ہرگز منصبِ علم کے منافی نہیں کہ حق کی طرف رجوع کیجئے۔ بلکہ یہ عین مقتضائے علم ہے اور سخن پروری ہر جہل سے بدتر جہل۔۔۔یا ھٰذا تُو سمجھتا ہے، اگر میں تسلیم کرلوں گا تو لوگوں کی نگاہ میں میری قدر گھٹ جائے گی اور میرے علم فلسفی میں بٹا لگے۔ حالانکہ یہ محض وسوسہ شیطان ہے۔ لاحول پڑھ ، اور خدا کی طرف جھک ، کہ اس سے اللہ تعالٰی کے یہاں تیری عزت ہوگی۔ اور خلق میں بے قدری بھی غلط، بلکہ تجھے منصف و حق پسند جانیں گے اور نہ مانے گا تو متکبر و شریر ولوند ۔یاھٰذا کیا یہ ڈرتا ہے کہ مان جاؤں گا تو اِس مجیب کا علم مجھ سے زیادہ ٹھہرے گا؟ حاش للہ ! واللہ کہ اگر کوئی بندہ خدا میرے ذریعہ سے ہدایت پائے تو اس میں میری آنکھ کی ٹھنڈک اُس سے ہزار درجہ زائد ہے کہ میرا علم کسی سے زیادہ ٹھہرے۔ہاں ! ہاں !! اگر تو اعلان توبہ کرے تو میں اپنے جہل اور تیرے فضل کا نوشتہ لکھ دوں۔

مدیر: عبید حشمت علی
تزئین کار: محمد سہیل رضا حشمتی